eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nmt.org.pk
www.nooremarfat.com
Declaration No: 7334

سہ ماہی تحقیقی مجلّہ

نورِ معرفت

جلد:14 شمارہ:3 مسلسل شمارہ:61 جولائی تا ستمبر 2023ء

★ سیرت میں تحریف
★ تفسیر اضوا البیان اور ایمانِ ابو طالبؑ
★ قرآن میں معاشی تربیت کے خاص مبانی
★ قرآن وسنت میں اقتصادی تربیت کا اہتمام
★ امام خمینیؒ کی نظر میں تاریخ نویسی اور تاریخ سے عبرت آموزی کی اہمیت

مدیر
ڈاکٹر محمد حسنین نادر

ناشر: نور الہدیٰ ٹرسٹ (رجسٹرڈ) اسلام آباد

Indexed in

www.australianislamiclibrary.org/noor-e--marfat.html

https://iri.aiou.edu.pk/indexing/?page_id=37857

https://www.archive.org/details/@noor-e-marfat

https://www.tehqeeqat.org/urdu/journalDetails/132

https://www.ebsco.com/

https://orcid.org/0000-0001-593-4436

Applied for Indexation

https://www.brill.com

https://www.noormag.ir

https://www.almanhal.com

https://www.scienceopen.com

https://www.aiou.academia.edu/NooreMarfat

https://www.scholar.google.com/

Websites

http://nooremarfat.com

https://www.nmt.org.pk/

کمپوزنگ وڈیزائننگ: بابر عباس

eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nmt.org.pk
www.nooremarfat.com
Declaration No: 7334

سہ ماہی تحقیقی مجلہ

نورِ معرفت

جلد:14 شمارہ:3 مسلسل شمارہ:61

جولائی تا ستمبر2023ء بمطابق محرم تا ربیع الاول1445ھ

مدیر: ڈاکٹر محمد حسنین نادرؔ

ORCID iD: https://orcid.org/0000-0002-1002-153X

E-mail: editor.nm@nmt.org.pk + noor.marfat@gmail.com

ناشر: نور الہدیٰ ٹرسٹ (رجسٹرڈ) اسلام آباد

پبلشر سید حسنین عباس گردیزی نے پکٹوریل پرنٹرز، پرائیویٹ لمیٹڈ، 21، آئی اینڈ ٹی سینٹر، آبپارہ سے چھپوا کر نور الہدیٰ ٹرسٹ آفس بارہ کہو سے شائع کیا۔

رجسٹریشن فیس پاکستان، انڈیا: 1000روپے؛ مڈل ایسٹ: 70ڈالرز؛ یورپ، امریکہ، کنیڈا: 150ڈالرز۔

مدیر اعلیٰ و ناشر: **سید حسنین عباس گردیزی** چیئرمین نور الہدیٰ ٹرسٹ، اسلام آباد۔

مجلس نظامت

مدیر	**ڈاکٹر محمد حسنین نادرؔ**	پی۔ ایچ۔ ڈی۔ فلسفہ و کلام اسلامی، نور الہدیٰ ٹرسٹ (رجسٹرڈ)، اسلام آباد۔
معاون مدیر	**ڈاکٹر ندیم عباس بلوچ**	پی۔ ایچ۔ ڈی، اسلامک اسٹڈیز، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد۔
معاون تحقیقی امور	**ڈاکٹر محمد نذیر اطلسی**	پی۔ ایچ۔ ڈی۔ علوم قرآن، جامعۃ الرضا (رجسٹرڈ)، اسلام آباد۔
مشاور مدیر	**ڈاکٹر ساجد علی سبحانی**	پی۔ ایچ۔ ڈی۔ ادبیات عرب، جامعۃ الرضا (رجسٹرڈ) اسلام آباد۔
نگران فنی امور	**ڈاکٹر ذیشان علی**	پی۔ ایچ۔ ڈی، کمپیوٹر سائنسز۔
معاون فنی امور	**فہد عبید**	ایم۔ ایس (سی۔ ایس)

مجلس ادارت

ڈاکٹر حافظ محمد سجاد	شعبۂ علوم اسلامی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔
ڈاکٹر عائشہ رفیق	شعبۂ علوم اسلامی، گفٹ یونیورسٹی، گوجرانوالہ۔
ڈاکٹر عبدالباسط مجاہد	شعبۂ تاریخ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔
ڈاکٹر سید نثار حسین ہمدانی	شعبۂ اقتصادیات (الٰہی اقتصادیات)، چیئرمین ہادی انسٹیٹیوٹ مظفر آباد، آزاد جموں و کشمیر۔
ڈاکٹر ذوالفقار علی	شعبۂ تاریخ، نور الہدیٰ مرکز تحقیقات، اسلام آباد۔
ڈاکٹر روشن علی	شعبۂ علوم اسلامی، اسلام آباد ماڈل کالج فار بوائز، اسلام آباد۔
ڈاکٹر علی رضا طاہر	شعبۂ فلسفہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور۔
ڈاکٹر کرم حسین ودھو	شعبۂ ثقافتِ اسلامی، ریجنل ڈائریکٹوریٹ آف کالجز، لاڑکانہ۔

قومی مجلس مشاورت

ڈاکٹر ہمایوں عباس	شعبۂ علوم اسلامی، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد۔
ڈاکٹر حافظ طاہر اسلام	شعبۂ علوم اسلامی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔
ڈاکٹر عافیہ مہدی	شعبۂ علوم اسلامی، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد۔
ڈاکٹر سید قندیل عباس	شعبۂ بین الاقوامی تعلقات، قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد۔
ڈاکٹر زاہد علی زہدی	شعبۂ علوم اسلامی، یونیورسٹی آف کراچی۔
ڈاکٹر محمد ریاض	شعبۂ علوم اسلامی، بلتستان یونیورسٹی، اسکردو۔
ڈاکٹر محمد شاکر	شعبۂ نفسیات اور انسانی ترقی، یونیورسٹی آف بہاولپور۔
ڈاکٹر محمد ندیم	شعبۂ ایجوکیشن، گورنمنٹ صادق ایجرٹن کالج، بہاولپور۔
ڈاکٹر رازق حسین	ہیڈ آف آئی۔ آر ڈیپارٹمنٹ، مسلم یوتھ یونیورسٹی، جاپان روڈ، اسلام آباد

بین الاقوامی مجلس مشاورت

ڈاکٹر وارث متین مظاہری	شعبۂ علوم اسلامی، جامعہ ہمدرد، نیو دلی، انڈیا۔
ڈاکٹر سید زوار حسین شاہ	شعبۂ علوم قرآنی و حدیث، انجمن حسینی، اوسلو، ناروے۔
ڈاکٹر سید عمار یاسر ہمدانی	شعبۂ قرآن و قانون، المصطفیٰ انٹر نیشنل یونیورسٹی ایران۔
ڈاکٹر غلام رضا جوادی	شعبۂ تاریخ، خاتم النبیینؐ یونیورسٹی، کابل، افغانستان۔
ڈاکٹر جابر حسین محمدی	شعبۂ قرآن اور تربیتی علوم، جامعۃ المصطفیٰ العالمیہ، قم، ایران۔
ڈاکٹر غلام حسین میر	شعبۂ علوم تقابلی حدیث، جامعۃ المصطفیٰ العالمیہ، قم، ایران۔
ڈاکٹر شہلا بختیاری	شعبۂ تاریخ اسلام، جامعۃ الزہراء، تہران، ایران۔
ڈاکٹر فیضان جعفر علی	اردو و فارسی تنظیم، پورہ معروف، ایم۔اے۔یو، یو۔پی انڈیا۔

مقالات ارسال فرمائیں

سہ ماہی تحقیقی مجلّہ "نور معرفت" دینی و سماجی علوم و موضوعات پر مقالات شائع کرتا ہے۔ یہ مجلّہ قومی اور بین الاقوامی سطح پر معاشرتی رواداری اور ادیان ومذاہب کے درمیان تعمیری مکالمے کی فضا کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں عدل وانصاف پر مبنی عالمی اسلامی معاشرے کے قیام کے لئے فکری بنیادیں فراہم کرتا ہے۔ اس مجلے کا ایک اہم ہدف، یونیورسٹیز اور دینی تعلیمی مراکز ومدارس کے اساتذہ اور طلاب کے درمیان تحقیقی ذوق بیدار کرنا اور ان کے تحقیقی آثار شائع کرنا ہے۔ ایسے مقالات کی اشاعت کو ترجیح دی جاتی ہے جو تحقیقی ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی سالمیّت، ملّی یکجہتی اور مذہبی، سماجی رواداری اور محبت کو فروغ دیں اور عصر حاضر کے انسانوں کی عملی مشکلات کا راہ حل پیش کرتے ہوں۔

تفسیر و علوم قرآن، حدیث ورجال، فقہ واصول، فلسفہ وکلام، سیرت وتاریخ، تقابل ادیان، تعلیم وتربیت، ادبیات، عمرانیات، سیاسیات، اقبالیات، تہذیب وتمدن، اسلامی قوانین اور بطور کلی، کسی بھی موضوع پر اسلامی نکتۂ نگاہ سے لکھے گئے مقالات کی مجلّہ ہذا میں اشاعت بلامانع ہے۔ یہ مجلّہ علماء اور دانشور طبقہ کو دعوت دیتا ہے کہ وہ مجلّہ کے Scope کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اپنے قیمتی مقالات اشاعت کے لئے ارسال فرمائیں۔ مقالات کی تدوین میں درج ذیل ویب لنک پر دی گئی ہدایات کی مکمل پابندی کی جائے:

https://nmt.org.pk/author-guidelines/

تمام مقالہ نگاروں سے گذارش ہے کہ اپنے مقالات درج ذیل ویب لنک پر Submit کروائیں:

https://nooremarfat.com/index.php/Noor-e-marfat/about/submissions

ضروری نوٹ:

مجلّہ نور معرفت میں شائع ہونے والے مقالات کے مندرجات کی ذمہ داری خود مقالہ نگاروں پر ہے۔
مجلّہ کا مقالات کے تمام مندرجات سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

فہرست

نمبر شمار	موضوع	مقالہ نگار	صفحہ
۱	اداریہ	مدیر	6
۲	قرآن وسنّت میں اقتصادی تربیت کا اہتمام	مقدّر عباس	9
۳	قرآن میں معاشی تربیت کے خاص مبانی	ڈاکٹر غلام عباس	32
۴	تفسیر اضواء البیان اور ایمانِ ابوطالبؑ	سعدیہ بی بی	54
۵	امام خمینیؒ کی نظر میں تاریخ نویسی اور تاریخ سے عبرت آموزی کی اہمیت	سید رمیز الحسن موسوی	71
۶	سیرت میں تحریف	رسول جعفریان	90
110	Editor	Editorial	7

اداریہ

سہ ماہی تحقیقی مجلّہ نور معرفت کا 61واں شمارہ پیش خدمت ہے۔ اس شمارے کا پہلا مقالہ "قرآن وسنّت میں اقتصادی تربیت کا اہتمام" کے عنوان سے مزین ہے۔ دراصل، ایک غلط تاثر یہ قائم ہو گیا ہے کہ اسلام، بس آخرت کی بات کرتا اور انسان کو دنیا و ما فیہا سے لاپروا بنانے کی تعلیم دیتا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اگرچہ یہ بات درست ہے کہ اسلام عالمِ آخرت ہی کو انسان کی آخری منزل قرار دیتا اور اُسے آباد کرنے پر زور دیتا ہے، لیکن اسلام، دنیا کو آخرت تک پہنچنے کا ذریعہ اور پل قرار دیتا ہے۔ اسلام انسان کی دنیا وآخرت کے درمیان نہ ٹوٹنے والا تعامل برقرار کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن و سنّت میں انسان کو بارہا یہ تعلیم دی گئ ہے کہ وہ اپنا معاش سدھارے؛ کیونکہ اِس سے اُس کی معاد سدھرے گی۔ اِس پسِ منظر میں پیشِ نظر مقالہ اُس اہتمام کا جائزہ لیتا ہے جو قرآن وسنّت نے انسان کے معاش کو سدھارنے کے حوالے سے کیا ہے۔

اس مقالے میں فاضل مقالہ نگار نے ایک تحقیقی روش کے تحت یہ بتایا ہے کہ اسلام انسان کی اقتصادی تربیت پر بہت زور دیتا ہے۔ اُسے معاشی لحاظ سے خود مختار دیکھنا چاہتا ہے۔ اسلام کی نظر سے معاشی ترقی میں انسانی تدبیر اور اُس کی محنت ومشقت کا گہرا عمل دخل ہے۔ مقالہ نگار نے یہ واضح کیا ہے کہ اسلام کی نظر میں کام کی اہمیت کیا ہے اور کسبِ معاش کی مہارتیں کتنی اہم ہیں۔ نیز یہ کہ اقتصادی خوشحالی میں وسائل کا کیا کردار ہے اور اقتصادی مشکلات سے بچنے کے لیے قرآن وسنّت کی روشنی میں کسب وخرچ کا کون سا ماڈل قابل قبول ہے۔ بہر کیف، یہ مقالہ ہمیں اقتصاد کے حوالے سے اسلام کی بنیادی اور انتہائی اہم تعلیمات سے روشناس کرواتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔

اس شمارے کا دوسرا مقالہ "معاشی تربیت کے قرآنی خاص مبانی" کے عنوان سے پیشِ خدمت ہے۔ اِس تحقیقی کاوش کا تعلق بھی ہماری معاشیات سے ہے۔ اس کاوش کے پسِ منظر میں یہ حقیقت کارفرما ہے کہ کم و بیش ہر انسانی سماج، اقتصادی مشکلات سے دوچار ہے۔ کہیں معاشی استحصال ہے، تو کہیں فقر وفاقہ، کہیں سود خوری ہے تو کہیں مال ودولت کی غیر منصفانہ تقسیم، کہیں حق تلفی ہے، تو کہیں فضول خرچی۔ بنی نوعِ انسان کے معاشی مسائل اتنے گمبھیر ہیں کہ قریب قریب کوئی راہِ حل نظر نہیں آتا۔ ایسی صورتحال میں سوال یہ جنم لیتا ہے کہ آخر کیوں انسان آئے دن معاشی مشکلات کے جال میں پھنستا اور اِس بھنور میں ڈوبتا چلا جارہا ہے؟ بچ نکلنے کا راستہ کیا ہے؟

پیشِ نظر مقالے میں اسی سوال کا جواب دیا گیا ہے۔ مقالہ نگار کے مطابق، انسان کے تمام معاشی مسائل کا اصل موجب، معاشی تربیت کا فقدان ہے۔ یقینا انسان کی معاشی تربیت کی چند مخصوص کائناتی بنیادیں ہیں کہ اگر انسان کی معاشی تربیت کے نظام کو ان بنیادوں پر کھڑا کیا جائے تو اُس کی اقتصادی مشکلات دُور ہو جائیں گی۔ لیکن وہ بنیادیں

کیا ہیں ؟ مقالہ نگار کا موقف یہ ہے کہ انسان کی دنیوی فلاح و بہبود کی اہمیت، دنیا وآخرت میں اعتدال کا وجود، دنیا کے آخرت کا وسیلہ ہونے، بلاتامل و مشقت رزق نہ ملنے، امر معاش میں مصلحتِ الیہ کے کار فرما ہونے، علم وجہل کی معاشیات پر تاثیر، انسانی معاش کے اس کے اُس کے عمل اور طرزِ حیات کے ساتھ جڑے ہوئے ہونے، فرد و سماج کے روابط اور ایمان اور اقتصاد کے باہمی پیوند جیسے حقائق وہ قرآنی بنیادیں ہیں کہ جن پر انسان کی معاشی تربیت کا نظام استوار کر دیا جائے اور اُس نظام میں انسان تربیت پائے تو اُس کی تمام اقتصادی مشکلات احسن طریقے سے حل ہو سکتی ہیں۔

موجودہ شمارے کے تیسرے مقالے کا عنوان "تفسیر اضواء البیان اور ایمانِ ابو طالبؑ" ہے۔ اِس تحقیق کا پسِ منظر یہ واقعیت ہے کہ صدرِ اسلام ہی میں عالمِ اسلام میں کئی فرقے و نحلے وجود میں آئے۔ پھر ہر فرقے نے دوسروں کے عقائد و نظریات کو غلط ثابت کرنے کے لیے سر توڑ کوشش کی اور اس حوالے سے ایک روش یہ اپنائی کہ مخالف فرقے کے پیشواوں کو خطاکار ثابت کیا جائے۔ اور جہاں یہ نہ ہو سکا تو اُن کے رشتہ دار، احباب اور اصحاب پر یلغار کر دی گئی۔ خطاکار اور درست کار ثابت کرنے کے اس معرکہ میں جو ہستیاں مغرضین کے تیروں کی آماجگاہ بنیں، اُن میں حضرت علی علیہ السلام کے والد ماجد حضرت ابو طالبؑ بھی شامل ہیں۔ یقیناً انہیں اس لئے نشانۂ تنقید بنایا گیا تاکہ ان کی ذات میں نقص تلاش کرکے اُسے حضرت علی علیہ السلام کے پیروکاروں کے گلے میں ڈالا جاسکے۔

حضرت ابو طالبؑ کی تنقیص کے لیے قرآن و حدیث کا سہارا لیا گیا۔ جن لوگوں نے یہ مہم جوئی کی ہے، اُن میں شنقیطی بھی شامل ہیں۔ انہوں نے اپنی تفسیر اضواء البیان، آیہ 91، سورہ ہود کے ذیل میں حضرت ابو طالبؑ کی اسلام کی خاطر دی گئی قربانیوں کو اُن کے قومی تعصب کا ساختشانہ قرار دیا ہے اور انہیں بے ایمان قلمداد کیا ہے۔ پیشِ نظر مقالے میں مقالہ نگار نے 5 قرآنی و تاریخی دلائل کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت ابو طالبؑ نہ تنہا باایمان تھے، بلکہ انہوں نے اپنے ایمانی جذبہ کی بنیاد پر رسالت مآب ﷺ کا دفاع کیا۔ علاوہ ازیں، مقالہ نگار نے موصوف کے دلائل کا یکے بعد دیگرے مدلل جواب دیا ہے۔ امید ہے یہ مقالہ ملل و نحل کی جنگ میں کشفِ حقائق کے باب میں ہمارے قارئین کے لیے ضرور مفید ثابت ہوگا۔

"امام خمینیؒ کی نظر میں تاریخ نویسی اور تاریخ سے عبرت آموزی کی اہمیت" کے عنوان کے تحت مجلّہ نور معرفت کے موجودہ شمارے کا چوتھا مقالہ تاریخ کے مطالعہ کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ مقالہ نگار نے اس مقالہ میں امام خمینیؒ کے اِس موقف کی وضاحت پیش کی ہے کہ انسانی علوم میں علم "تاریخ" اپنے نتائج کے لحاظ سے خاص اہمیت کا حامل ہے۔ البتہ تاریخ نویسی اور مطالعہ تاریخ کے اپنے اہم اُصول و ضوابط ہیں جن کی پابندی کی صورت میں ہی تاریخ کا مطالعہ بصیرت افروز اور عبرت آموز قرار پاتا ہے۔

اس مقالہ میں مقالہ نگار نے امام خمینی کے نکتہ نظر سے تاریخ نویسی کی اہمیت، تاریخ نویسی کی آفات، تاریخ نویسی میں علمائے دین کا کردار، تاریخ سے عبرت آموزی کی اہمیت، قرآن میں نقل شدہ تاریخی واقعات، نیز غزوات رسولؐ سے عبرت حاصل کرنے اور انبیاء کے مخالفین کے تذکرے سے نصیحت پانے جیسے عناوین کی مکمل تشریح بیان کی ہے۔ اِس غرض سے انہوں نے امام خمینیؒ کے آثار و تالیفات کی خوب خوب جانچ پڑتال کی ہے اور آپ کی کتابوں سے عین اقتباسات نقل کیے ہیں۔ بے شک، یہ مقالہ پند آموز ہے۔

پانچواں مقالہ بذات خود، پچھلے مقالہ کے طول میں ہے۔ "سیرت میں تحریف" کے عنوان سے یہ مقالہ، معروف محقق و مؤرخ، استاد رسول جعفریان کی کتاب "تاریخ سیاسی اسلام۔سیرتِ رسول خداﷺ" کے اُس حصے کا ترجمہ ہے جس میں مؤلفِ کتاب نے مسلمانوں کے ہاں سیرت میں تحریف کے اسباب و عوامل پر تفصیلی تحقیقی بحث پیش کی ہے اور اِس تحریف کے تاریخی نمونے بیان کیے ہیں۔ یہاں استاد رسول جعفریان کا موقف یہ ہے کہ اگرچہ سیرت نگاروں کا عمدہ انگیزہ، رسول خداﷺ کی سیرت کا بیان ہی تھا، تاہم آہستہ آہستہ اُن کے کام میں بعض ایسے انگیزے بھی شامل ہو گئے جو سیرت میں تحریف کا موجب بنے۔ قریش کی قبل از اسلام کی دھڑے بندیاں، رسولخداﷺ کی جانشینی اور خلافت کے معاملہ میں امتِ اسلام کا اختلافات اور مسلمان حکمرانوں کا اپنے سیاسی مقاصد کے تحت من پسند کی سیرت لکھوانا، یہ وہ عمدہ عوامل تھے جو سیرت میں تحریف کا موجب بنے۔ یہ مقالہ دراصل، ہمیں تاریخِ اسلام کے مطالعہ میں ہمیشہ اِس امر پر توجہ مرکوز رکھنے کی دعوت دیتا ہے کہ سیرت نگاروں نے جو کچھ لکھ دیا ہے، وہ سب صحیح اور حرفِ آخر نہیں ہے۔ اصل حقائق تک پہنچنے کے لئے مختلف تاریخی اسناد اور آراء کا مطالعہ ضروری ہے۔

ہمیں توقع ہے کہ 5 علمی، تحقیقی مقالات پر مشتمل مجلّہ نور معرفت کا 61واں شمارہ بھی ہمارے قارئین کو تحقیق کی نئی جہتیں دکھائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تمام مقالہ نگاروں اور مجلّہ ہذا کی ٹیم کو اس حقیر سی پیش کش پر بہترین اجر و ثواب عطا فرمائے! آمین یا ربّ العالمین!

مدیر مجلّہ،
ڈاکٹر محمد حسنین نادر

قرآن و سنّت میں اقتصادی تربیت کا اہتمام

Concentration of Quran and Sunnah upon Economic Education

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Muqaddar Abbas
Ph.D Research Scholar, Education Department,
Al-Mustafa International University, Qom, Iran.
E-mail: muqaddarrajoa@gmail.com

Abstract:

The living nations of the world are looking for the guarantee of their development and prosperity to maintain their identity and existence. They see this guarantee in their economic development. But, there is no economic development without economic education and training of the young generation. This is the reason why developed countries are investing in the economic education and training of future generations to shape their economic future. They are striving to provide educational materials that can make today's students the economic pillars of tomorrow.

Unfortunately, no such comprehensive planning and economic education and training is seen in the Muslim world. In fact, the root cause of many of our problems is lack of economic training. Although Islam is a complete code of life and it has provided sufficient material of our economic training, but we do not move along with its guidance. If we take correct support of Islamic teachings for our intellectual and practical guidance, we will find welfare in this world and in the hereafter: " فی الدنیا حسنه و فی الآخرة حسنه ".

In this paper, the arrangements of economic training of a Muslim in the Qur'an and Sunnah has been examined. According

to the writer, Islam emphasizes economic development and prosperity. Islam has given excellent teachings on the importance of economy, the importance of economic autonomy, models of economic prosperity and the logic of economic choice. In the article under review, these topics have been examined in detail in the light of Quran and Sunnah.

Key words: Development, Prosperity, Economic training, Education, Islamic teachings, Goodness, Welfare, Quran, Sunnah.

خلاصہ

دنیا کی زندہ قومیں اپنے تشخص اور وجود کو برقرار رکھنے کے لیے اپنی ترقی اور خوشحالی کی ضمانت تلاش کرتی ہیں۔ انہیں اپنی معاشی ترقی کی ضمانت معاشی تربیت میں نظر آتی ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ جب تک نئی نسل کی معاشی تربیت نہیں ہوگی ترقی کا پہیہ نہیں گھومے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ترقی یافتہ ممالک اپنے معاشی مستقبل کی تشکیل کے لیے آنے والی نسلوں کی معاشی تعلیم و تربیت پر سرمایہ کاری کر رہے ہیں۔ وہ تعلیمی مواد فراہم کرنے کے لیے کوشاں ہیں جو آج کے طلبہ کو کل کے معاشی ستون بنا سکتے ہیں۔

بد قسمتی سے مسلم دنیا میں ایسی کوئی جامع منصوبہ بندی اور معاشی تربیت نظر نہیں آتی۔ در حقیقت، ہمارے بہت سے مسائل کی جڑ معاشی تربیت کا فقدان ہے۔ حالانکہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور اس نے ہماری معاشی تربیت کے لیے کافی مواد فراہم کیا ہے۔ لیکن ہم ہدایت کی اس کتاب سے رہنمائی حاصل کرنے کے خواہاں نہیں ہیں۔ اگر ہم اپنی فکری اور عملی رہنمائی کے لیے اسلامی تعلیمات کا صحیح سہارا لیں تو دنیا اور آخرت میں فلاح پائیں گے: " فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً "۔

اس مقالے میں قرآن و سنت میں مسلمان کی معاشی تربیت کے اہتمام کا جائزہ لیا گیا ہے۔ مقالہ نگار کے مطابق اسلام معاشی ترقی اور خوشحالی پر زور دیتا ہے۔ اسلام نے معیشت کی اہمیت، معاشی خود مختاری کی اہمیت، معاشی خوشحالی کے نمونے اور معاشی انتخاب کی منطق پر بہترین تعلیمات دی ہیں۔ زیر نظر مضمون میں ان موضوعات کا قرآن و سنت کی روشنی میں تفصیل سے جائزہ لیا گیا ہے۔

کلیدی الفاظ: ترقی، خوشحالی، معاشی تربیت، تعلیم، اسلامی تعلیمات، نیکی، فلاح، قرآن، سنت۔

اصطلاحات کی وضاحت

1. اقتصاد

"القصدُ" لغت میں "راستے کا سیدھا ہونا" معتدل ہونا،افراط و تفریط سے بچتے ہوئے درمیانی اور معتدل رستے پر چلنا اقتصاد کہلاتا ہے۔[1] معیشت کی زبان میں نہ فضول خرچی کرنا اور نہ ہی بخیل ہونا بلکہ درمیانی راہ کو اختیار کرنا اقتصاد کہلاتا ہے۔[2] اقتصاد قدیم یونانی لفظ okio nemien سے ماخوذ ہے کہ جس کا انگریزی زبان میں ترجمہ Economic ہے۔یہ لفظ گھریلو امور میں تدبیر کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ آج کل اپنے وسیع معنوں میں مالی امور سے متعلق استعمال کیا جاتا ہے۔[3] قرآن میں اقتصاد "پیشرفت اور ترقی کے لیے ہدف مند طرز عمل"کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ہر وہ طرزِ عمل جو باہدف نہ ہو وہ غیر اقتصادی ہے۔[4]

2. تربیت

تربیت کی اصل رب یعنی مالک و سرپرست یا "ربو" بمفھوم زیادتی، رشد، نمو، نگھداری، غذا دینا اور پرورش کرنا۔ اصطلاحی طور پر تربیت، پرورش جسمی و روحی و معنوی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ تربیت اگر ''رب'' سے ہو تو اس کے معانی انسان کی صلاحیتوں کو پروان چڑھانا ،نواقص کو دور کرنا اور ہدایت کرنا تاکہ حد کمال تک جا پہنچے جو کہ مطلوب ہے۔[5] دوسرے معنوں میں انسان کی بالقوہ صلاحیتوں کو کمال تک پہنچانے کیلئے، جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے فراہم کرنا۔[6] جو یہ فراہم کرے اسے رب کہا جاتا ہے۔

قرآن میں جہاں بھی رب کا لفظ استعمال ہوا ہے وہ تربیت کنندہ کے لئے ہے۔ یعنی تمام مخلوقات کو اور بالخصوص انسان کو کمال تک پہنچانے کے لیے ان کی تمام ضروریات کو پورا کرنے والی ہستی کو رب کہا جاتا ہے۔ تربیت کنندہ۔ پرورش کنندہ۔ اور بطور مطلق فقط خداوند متعال کے لیے ہے۔ استاد مصباح یزدی کے مطابق انسان کی ذہنی مدیریت کو تعلیم اور انسان کی قلبی و ارادی مدیریت کو تربیت کہتے ہیں۔ یعنی انسان کی صلاحیتوں کو چاہے وہ ذہنی ہوں، حسی ہوں، انفعالی ہوں یا کردار کے حوالے سے ہوں ان کو کمال تک پہنچانا۔[7]

3. اقتصادی تربیت

اقتصادی تربیت کا مطلب انسان کی شناخت، عواطف و رجحانات اور رفتار و اعمال ان تمام جہات میں ایسی تربیت کرنا کہ وہ معیشت کے میدان میں درست انتخاب اور فیصلہ سازی کر سکیں۔[8] دوسرے الفاظ میں بچوں کی ایسی تعلیم و

تربیت جو انہیں اس قابل بنا دے کہ وہ اپنی اقتصادی صلاحیتوں کو پہچاننے کے بعد درست سمت میں ان کو پروان چڑھا سکیں اور قدرتی وسائل کی پیداوار، عادلانہ تقسیم اور میانہ روی کے ساتھ اسے مصرف میں لا سکیں، ایسی تربیت، اقتصادی تربیت کہلاتی ہے۔[9]

اسلام کی اقتصادی تربیت کی جامعیت

آج دنیاکے ترقی یافتہ ممالک اپنی نسلوں کو اقتصادی تربیت فراہم کررہے ہیں۔ باقاعدہ طور پر سلیبس ڈیزاین کئے گئے ہیں۔ انہیں باور کرایا جاتا ہے کہ ملک و قوم کے لیے اصل ستون تم ہو۔ معاشرے کی ذمہ داریاں تمہارے کندھوں پر ہیں۔[10] مع الوصف، جس قدر اسلام کا اقتصادی تربیت کا نظام جع ہے، اتنا کوئی اور نظام جامع نہیں ہے۔ اسلام کا اقتصادی نظام تعلیم وتربیت اتنا جامع ہے کہ یہ انسان کے ایک لقمے کی حلیّت و حرمت کو بھی Count کرتا ہے اور اسے انسان کی آئندہ نسلوں کی تقدیر پر اثرانداز سمجھتا ہے۔ بھلا دنیا کا کونسا اقتصادی نظام اتنا جامع ہے اور دنیا کی کونسی یونیورسٹی اقتصادیات میں یہ بتاتی ہے کہ لقمہ حلال کیا ہے اور لقمہ حرام کیا ہے؟[11] اسی طرح آج دنیاکے تمام تربیتی نظام معین شدہ اہداف کے حصول کے لیے کوشاں ہیں۔[12] اسلام بھی مسلمانوں کی اقتصادی تربیت اور ان کی معاشی تگ و دَو کا بنیادی ہدف سعادت یعنی قربِ الٰہی کو قرار دیتا ہے۔ اسلام مومن کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ جب وہ دعا مانگے تو وہ دنیا اور آخرت دونوں سعادت کی دعا مانگے۔ اس سے اسلام کے تربیتی نظام میں اقتصادی فعالیت کے ہدف کی وسعت سامنے آتی ہے۔

اسلام انسانی زندگی کے تمام میدانوں میں راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اسلام، گھرانے سے لے کر، مملکت کی تدبیر کی تربیت دیتا ہے؛ یعنی معاشرے کے ہر فرد کی اس طرح تربیت کرنا کہ وہ اس دنیا میں اپنے معاشرے میں اہم کردار ادا کرسکے۔[13] انسانی زندگی کا کوئی بھی ایسا تربیتی پہلو نہیں ہے کہ جس کے بارے اسلام میں راہنمائی موجود نہ ہو۔[14] اسلام انسان کی جامع اقتصادی تربیت کا اہتمام کرتا ہے۔ دین اسلام نے اقتصادیات میں انسان کی دو حوالوں سے رہنمائی فرمائی ہے: ایک، فقہی لحاظ سے؛ جس میں مالکیت کا تصور، باہمی لین دین (تجارت)، ٹیکسز، وراثت کے احکام، ہبہ و صدقات، وقف اور کفارات کا بیان شامل ہے اور دوسرا، اخلاقی لحاظ سے؛ جس میں امانت، دیانت، پاکیزگی، عدالت، احسان اور ایثار کا حکم اور رشوت، چوری، خیانت، کم تولنے اور ملاوٹ سے ممانعت شامل ہیں۔[15] ان تمام امور میں دینِ اسلام حدود قیود کا تعین کرتا ہے۔

اقتصادی تربیت میں جب انفرادی جہت سے بات ہوتی ہے تو وہاں قناعت، زہد، سخاوت سے لے کر رزق حلال کمانے اور کام کو عبادت قرار دیا گیا ہے۔جب اجتماعی معاملات کی بات کی گئی ہے تو وہاں شرعی احکام خرید و فروخت، کرایہ، مضاربہ، کاشتکاری، مشارکت۔ان کے ساتھ ساتھ جو دینی شرعی ذمہ داریاں معین کی ہیں جیسے خمس،

زکوۃ، بے کسوں کی دستگیری اور محروم اور معاشرے کے پسے ہوئے لوگوں کے ساتھ تعاون۔ان تمام امور میں دین اسلام نے راہنمائی فراہم کی ہے۔[16]

اسلام میں اقتصاد کی اہمیت

قرآن و سنت میں اقتصادی تربیت کے اہتمام میں سب سے پہلا نکتہ یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی میں اقتصاد کی دخالت اور اہمیت کا شعور رکھتا ہو۔ دراصل، اقتصاد، انسان کے لیے شہ رگِ حیات کا حکم رکھتی ہیں۔ فرد، کنبے اور سماج کو مستحکم رکھنے کا ایک انتہائی اہم اور اساسی عنصر اقتصاد ہے۔ اللہ تعالی نے اقتصادیات کو انسانی معاشرے کی بنیاد بنایا ہے۔ جس طرح مچھلی پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی، اسی طرح انسان، پائیدار اقتصادیات کے بغیر ترقی و کمال حاصل نہیں کر سکتا۔ جس طرح خون کا بہاؤ جسم کے تمام اجزاٗ میں جان ڈالتا ہے، اسی طرح مضبوط اقتصاد معاشرے کے تمام طبقات کو زندہ رکھتا ہے۔ مع الوصف، بعض لوگوں کا گمان یہ ہے کہ گویا معاشی تگ و دَو، دینداری کے منافی اور ایک طرح سے غیر شرعی حرکت ہے۔

بعض لوگ اپنی کوتاہ فکری کی بنیاد پر مال و دولت کے حصول کو دنیا داری قرار دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک مومن کے پاس مال و دولت ہونی ہی نہیں چاہیے کیونکہ اس دنیا داری نے بڑوں، بڑوں کا بیڑہ غرق کیا ہے۔نہ مال و دولت ہوگا اور نہ انسان کو ڈگمگانے کا خطرہ ہوگا۔اسی طرح بعض لوگوں کا موقف یہ ہے کہ اسلام میں مال و دولت اور ثروت و اقتصاد، ضروری ہے۔ لیکن اِن سے لگاو اور محبت بری بات ہے۔ لیکن یہ دونوں باتیں نادرست ہیں۔ اللہ تعالی نے انسان کو آنکھیں اس لیے دی ہیں کہ وہ ان سے جائز استفادہ کرتے ہوئے اپنی زندگی کو آسان بناسکے اور ترقی و کمال کی منزلوں تک پہنچ سکے۔ لہٰذا نامحرم کو نہ دیکھے لیکن آنکھوں سے ضرور اپنے ارتقاء کی راہ میں استفادہ کرے۔ اسی طرح مال و اولاد وغیرہ کی محبت بھی فی نفسہ ایک مطلوب امر ہے۔ یہ انسان کو انگیزہ عطا کرتی ہے کہ وہ ان کی حفاظت کرے، انہیں ضائع ہونے سے بچائے۔

لہٰذا نہ مالدار ہونا عیب ہے اور نہ ہی مال و دولت کی محبت کوئی عیب ہے۔ ہاں، جو چیز معیوب ہے وہ مال و دولت کی پرستش اور دنیاپرستی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر مال سے انسان کو محبت نہ ہوتی تو پھر انفاق اور ایثار کا کوئی معنی نہیں تھا۔ اگر ایک چیز سے انسان کو کوئی محبت اور لگاو نہ ہو، اور اسے خدا کے لئے خرچ بھی کر دے تو یہ کونسا کمال ہے؟ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ تم اپنی محبوب چیزیں اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ جب تک تم اپنی محبوب چیزوں میں سے خرچ نہ کرو تب تک کبھی نیکی کو نہیں پہنچ سکتے اور جو تم خرچ کرتے ہو یقیناً اللہ اس سے خوب باخبر ہے۔ (92:3)

قرآن کریم نے انسانی زندگی میں اقتصادیات کی اہمیت اور معاشی تگ ودَو کے فریضہ ہونے کو اجاگر کیا ہے۔ قرآن،

دولت کو فرد اور معاشرہ کے اعتبار اور ترقی کا اہم عنصر قرار دیتا ہے: وَلاَ تُؤْتُواْ السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللّهُ لَكُمْ قِيَاماً ترجمہ: "اپنے مال کو جسے اللہ نے تمہاری زندگی کی بقا کا ذریعہ بنایا ہے، احمقوں کے ہاتھ میں نہ چھوڑو۔" (5:4) پس نہ دنیا کا ہونا عیب ہے اور نہ ہی اس کی محبت۔ پھر درست کیا ہے؟انسان کو دو محبتوں کا سامنا ہے۔ایک نعمت سے محبت اور ایک محبت اس خالق کے ساتھ کہ جس نے یہ نعمت عطا کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عالم پیری میں خدا اسماعیل علیہ السلام جیسا فرزند دے اور محبت بھی شدید ہو۔ پھر خدا کا حکم آ جائے کہ اس کو خدا کی بارگاہ میں پیش کریں۔ پھر خلیل اس انداز میں اپنی قربانی پیش کرے کہ خدا بھی فرمائے کہ اس کا ذکر مٹنے نہ پائے۔اور اس کتاب میں ابراہیم کا ذکر کیجیے، یقیناً وہ بڑے سچے نبی تھے۔ (41:19)

پس دنیا بھی ہو اور دنیا سے محبت بھی ہو، اس کے ساتھ ایک اور محبت بھی ہے جو کہ خالق سے ہے۔ دنیاداری وہ ہے جب انسان دنیا کی محبت کی خاطر الٰہی محبت اور احکاماتِ خداوندی کو روند ڈالے۔ اگر کریم مالک، انسان کو دنیا کی تمام نعمتیں عطا کرے اور وہ خدا کی محبت کی خاطر، اس کے احکامات کی پیروی میں انفاق کر دے تو کمال یہی ہے۔[17] مما رزقنٰھم ینفقون کا مصداقِ کامل یہی لوگ ہیں۔ یہی عین دین ہے۔

عالمِ اسلام کی اقتصادی زبوں حالی کی ایک اہم وجہ یہی ہے کہ بعض لوگوں نے مال و دولت کا ایک دھتکاری ہوئی چیز کے طور پر تعارف کروایا ہے۔ اگر اسلام کی تعلیمات میں اس طرح ہوتا تو اسلام نے نجس چیزوں سے بچنے کے لئے احکامات صادر فرمائے ہیں۔ ان سے دور رہنے کی بات کی ہے۔ان کے استعمال سے منع کیا ہے۔ جس طرح شراب کی مذمت میں آیا ہے " امام باقر (علیہ السلام) نے فرمایا: رسول خدا (ص) نے شراب کے بارے میں دس لوگوں پر لعنت فرمائی ہے: اس کا درخت لگانے والے پر، اس کی حفاظت کرنے والے پر، اس کے انگور کو نچوڑنے والے پر، اسے پینے والے پر، شراب پلانے والے پر، جو اسے فراہم کرتا ہے، اور وہ جو اسے حاصل کرتا ہے، جو فروخت کرتا ہے اور جو خریدتا ہے اور وہ جو قیمت حاصل کرتا ہے۔[18]

لیکن دین مبین اسلام نے کبھی بھی مال و ثروت کے بارے میں ایسے احکام صادر نہیں فرمائے۔ نہ اس کی پیداوار کی تحقیر کی نہ اس کی تقسیم اور نہ ہی اس کے استعمال کرنے کی۔ اسلام نے تو دنیا کو ضائع کرنے، اس کو درست استعمال نہ کرنے اور فضول خرچ کرنے کی مذمت کی ہے۔ دنیا سے کنارہ کشی یعنی رہبانیت کی نفی کی ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے دنیا کی تمام نعمات انسان کی خدمت کے لیے ہیں۔ انسان کی اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ ان چیزوں کو اس کی خدمت میں استعمال کیا جائے، نہ کہ اُسے ایک دھتکاری ہوئی یا معیوب چیز قرار دیا جائے۔

آج کی ترقی یافتہ دنیا میں ممالک کے وسائل پر قبضہ کیا جاتا ہے اور انسانوں کو جنگوں کا ایندھن بنایا جاتا ہے۔ مال پرست ہونا قابلِ مذمت ہے انسان سانپ بن کر بیٹھ جائے یہ قابل مذمت ہے۔ ذخیرہ اندوزی کرنا، حریص بن

جانا۔ان رذائل کے حامل لوگوں کی قرآن نے مذمت کی ہے۔ اور جو لوگ سونا اور چاندی ذخیرہ کرتے ہیں اور اسے راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجیے۔(34:9) اگر اس مال کو عیاشی، لہو ولہب، دوسروں کو اذیت دینے اور بیہودہ کاموں میں خرچ کیا جایے تو یہ مال قابلِ مذمت بھی ہے اور اس کا ہونا پستی کی طرف سفر کا پیش خیمہ ہے۔اس طرح کی ثروت اور مالداری انسانی شخصیت اور اقدار کا جنازہ نکال دیتی ہے۔اس کے مقابلے میں جو دوسرا تصور ہے کہ اس مال و دولت کوایک وسیلہ قرار دیا گیا ہے[19] کہ اس کے ذریعے سے انسان صرف اپنی ذات کو نہیں بلکہ معاشرے کے محروم طبقے کے لیے سہارا بنتا ہے اور معاشرے کی اجتماعی ترقی میں اپنا کردار ادا کرتا ہے۔

اقتصادی خود مختاری کی تربیت

قرآن وسنت کی نگاہ سے مسلمان فرد اور سماج کو اقتصادی لحاظ سے خود مختار ہونا چاہیے اور اسلام اِس امر کی اجازت نہیں دیتا کہ مسلمان، غیر مسلموں کا دست نگر رہے یا ایک انسان، حتی کسی مومن انسان کا محتاج اور کاسہ لیس رہے۔یہی وجہ ہے کہ اسلام نے مسلمانوں کو اقتصادی خود مختاری کی تربیت دی ہے۔ اسلام نے مال و دولت کو فرد اور معاشرے کی بنیاد اور اساس قرار دیا ہے۔اسی لیے قرآن نے حکم دیا ہے کہ اپنا سرمایہ بے عقل لوگوں کے حوالے نہ کرو: "اور اپنے وہ مال جن پر اللہ نے تمہارا نظام زندگی قائم کر رکھا ہے بیوقوفوں کے حوالے نہ کرو (البتہ) ان میں سے انہیں کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے اچھے پیرائے میں گفتگو کرو۔" (5:4)

کچھ لوگ خداوند متعال کی راہ جان کا نذرانہ پیش کرکے مقامِ شہادت پر فائز ہوتے ہیں اور انہیں مجاہد کہا جاتا ہے اور کچھ مومنین ایسے ہیں جو اپنے مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرکے مجاہد گردانے جاتے ہیں۔" تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور اپنی جانوں اور اپنے اموال سے راہ خدا میں جہاد کرو، اگر تم جان لو تو تمہارے لیے یہی بہتر ہے۔" (11:61) اسی طرح احادیث (جو کہ قرآنی آیات کی تشریح و تفسیر کرتی ہیں) میں بھی مال و دولت کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔یہاں تک کہ رسولِ خدا ﷺ نے تقویٰ الٰہی کے حصول میں مال ودولت کو بہترین معاون قرار دیا ہے۔"نِعْمَ اَلْعَوْنُ عَلَى تَقْوَى اَللَّهِ اَلْغِنَى "ترجمہ: "مال تقویٰ کے لیے بہترین مددگار ہے"۔[20]

مال کی حفاظت کرتے ہوئے اگر کسی شخص قتل ہوجائے تو اسے شہید کہا گیا ہے: "مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَہِيدٌ"[21] مولا علیؑ نے بھی وصیت نامے میں مال کے ذریعے جہاد کی نصیحت فرمائی: وَاللّهَ اللّهَ فِي الجِهادِ بِأموالِكُم و أنفُسِكُم و ألسِنَتِكُم في سَبيلِ اللّه ِ اور اللہ سے اپنے مال، جان اور زبان سے جہاد کے بارے میں ڈرو۔[22] اسی طرح روایات میں فقر اور مال و دولت سے محرومیت (جو فرد اور معاشرے کو اعلیٰ اہداف

تک پہنچنے میں رکاوٹ بنتی ہے) کی سرزنش کی گئی ہے۔ مولا علیؑ فرماتے ہیں۔"الفقر الموت الاکبر" فقر، سب سے بڑی موت ہے۔"[23]

اقتصادی منصوبہ بندی کی تربیت

مال و دولت اور رزق و روزی، ایک بنیادی اور اہم انسانی ضرورت ہے۔ انسان کی یہ ضرورت خدا کی طرف سے فراہم اور اس کی ضمانت دی گئی ہے؛ بشرطیکہ انسان محنت اور کوشش کرے۔ البتہ زندگی کی خوشی اور لطف اندوزی کے لیے یہ کافی نہیں ہے۔ کھانا فراہم کرنا آدھی کہانی ہے۔ اس کا دوسرا نصف یہ ہے کہ لوگ اپنی زندگی کیسے خرچ کرتے اور گزارتے ہیں۔ لہٰذا کامیاب زندگی گزارنے کا ایک معیار، زندگی کی متاع کو درست استعمال کرنے کا ہنر ہے۔ جس شخص کے پاس یہ ہنر نہ ہو، خواہ اسے کتنی ہی دولت اور سہولتیں میسر ہوں، وہ اچھی زندگی نہیں گزار سکتا۔ انسان کے پاس کامیاب زندگی گزارنے اور اس سے لطف اندوز ہونے کے لیے اپنے وسائل کو استعمال میں لانے کی صلاحیت یا مہارت ہونی چاہیے۔ اسی چیز کا نام اقتصادی منصوبہ بندی یا تدبیر ہے۔

قرآن و سنت نے مسلمانوں کو اقتصادی منصوبہ بندی کی تربیت دی ہے۔ اسلام کا ایک اہم اصول یہ ہے کہ "سوء التدبیر مفتاح الفقر" یعنی "بدانتظامی، غربت کی کنجی ہے"۔[24] اسی وجہ سے پیغمبر اسلام ﷺ "بے تدبیری" کو امت اسلامیہ کے مستقبل کے لیے خطرناک قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا "انّی ما اخاف علی امتی الفقر ولکن اخاف علیھم سوء التدبیر" مجھے اپنی قوم کی غربت کا خوف نہیں، مجھے ان کی بدنظمی کا خوف ہے۔"[25] امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں: " آفَةُ المَعاشِ سوءُ التَّدبیرِ"[26] بدتدبیری، اقتصاد کی آفت ہے۔ لہٰذا زندگی میں وہ لوگ کامیاب ہوتے ہیں جو روزی کمانے سے زیادہ اس اصول کو اہمیت دیتے ہیں اور کامیابی کا پیمانہ ان کی انتظامی صلاحیتوں کا پیمانہ ہے نہ کہ ان کی آمدنی کی مقدار۔ یہاں تک کہ فرمایا گیا ہے: "لا مال لمن لا تدبیر له" جس شخص کے پاس منصوبہ بندی کا ہنر نہ ہو اس کے پاس دولت نہیں ہوگی۔[27] کیونکہ پیسہ ہونا کافی نہیں ہے۔ دولت کی اہمیت یہ ہے کہ اسے کس طرح استعمال کیا جاتا ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک دن ایک بادشاہ ایک تلوار کے بارے میں بات کر رہا تھا جو دشمن کو چیر سکتی ہے۔ بادشاہ نے تلوار اور اس کے مالک کو طلب کیا۔ جب اس نے تلوار اٹھائی تو اسے معمولی پایا اور کہا: مجھے اس تلوار میں کچھ نظر نہیں آتا۔ تلوار کے مالک نے کہا: "اس تلوار کے لیے جو چیز اہمیت رکھتی ہے وہ میرا بازو ہے، اس کی دھار نہیں!" پیسہ بھی وہی ہے؛ جو چیز پیسے کو موثر بناتی ہے وہ منصوبہ بندی کا فن ہے۔[28]

جب امام علی علیہ السلام اپنے بچوں کو زندگی بسر کرنے کا ہنر سکھاتے ہیں تو وہ معیشت کے بارے میں بھی بات کرتے

ہیں۔ انہوں نے امام حسن علیہ السلام سے فرمایا: حُسنُ التَّدبیرِ مَعَ الکَفافِ، أکفی لَكَ مِنَ الکَثیرِ مَعَ الإسرافِ[29] یعنی: "اچھی منصوبہ بندی اور کفایت شعاری، تمہارے لیے اسراف کے ہمراہ کثیر مال سے زیادہ کفایت کرتے ہیں۔" دولت کی خصوصیات میں سے ایک اس کی "پائیداری" ہے۔ دولت جتنی مستحکم ہوتی ہے اتنا ہی لوگوں کو فائدہ دیتا ہے اور زندگی میں اتنی ہی خوشحالی آتی ہے۔ دولت کے استحکام کی شرط یہ ہے کہ اس کی آمد و خرچ کی اچھی منصوبہ کی جائے؛ جبکہ غلط منصوبہ بندی بہت ساری دولت کو تباہ کر سکتی ہے۔ اس حوالے سے حضرت امام علی علیہ السلام کا فرمان ہے: حُسنُ التَّدبیرِ یُنمي قَلیلَ المالِ وسوءُ التَّدبیرِ یُفني کَثیرَهُ یعنی: : حُسنِ تدبیر، قلیل مال کو بڑھاتی ہے اور بری تدبیر، کثیر دولت کو برباد کر دیتی ہے۔[30]

مذکورہ بالا بحث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ "فقر" مال و دولت نہ ہونے کا نام نہیں؛ بلکہ کامیاب زندگی کا ہنر نہ ہونے کا نتیجہ ہے۔ اگر انسان کی زندگی میں تدبیر ہوگی تو فقر کے آنے کی گنجائش ہی پیدا نہیں ہوگی۔ امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں: لا فَقرَ مَعَ حُسنِ تَدبیرٍ"[31] آپ ہی کا ارشاد ہے: إذا أرادَ اللّهُ بعَبدٍ خَیرا ألهَمَهُ الاقْتِصادَ و حُسنَ التَّدْبیرِ، و جَنَّبَهُ سُوءَ التّدْبیرِ و الإسْراف یعنی: "جب اللہ تعالیٰ بندے کی بھلائی چاہتا ہے، اس لیے اسے کفایت شعاری اور حکمت عطا کرتا ہے اور اسے بدانتظامی اور اسراف سے دور رکھتا ہے۔[32] نیز امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: کَمالُ الْمُؤْمِنِ فی ثَلاثِ خِصالٍ: الْفِقْهُ فی دینِهِ، وَ الصَّبْرُ عَلَی النّائِبَةِ، وَالتَّقْدیرُ فِی الْمَعیشَةِ[33] یعنی: "مومن کی شخصیت اور کمال تین خصلتوں میں ہے: دین کے مسائل و احکام سے واقف ہونا، سختیوں اور مصیبتوں پر صبر، اس کی زندگی کا حساب کتاب اور صحیح منصوبہ بندی کے ساتھ ہونا۔"

یہ تمام روایات اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ دین اسلام اور تمدن اسلامی اقتصادی مسائل کو کتنی اہمیت دیتا ہے اور اس سے اقتصادی تربیت کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ جب روایات میں "تدبیر" یا "تقدیر فی المعیشہ" کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس کا مطلب اقتصادی منصوبہ بندی ہے۔[34] جب ہم اسلامی آثار کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ میں جہاں بھی حکماً اور فلسفی شخصیات نے تدبیر منزل یا سیاست مدن کے بارے میں بحث کی ہے، اس سے مراد اقتصادی منصوبہ بندی ہے۔ بو علی سینا کا رسالہ "السیاسیہ" ہو یا خواجہ نصیر الدین کی اخلاق ناصری، ان تمام آثار میں آمدن و خرچ کے طور طریقے، مال کی حفاظت، تدبیر اور منصوبہ بندی بیان ہوئی ہے۔

محنت، مہارت اور عدالت کی تربیت

کسی بھی ملک و معاشرے کی اقتصادی خوشحالی کا دار و مدار، عوام کی محنت، مہارت اور سرمائے کی تقسیم میں عدالت پر ہوتا ہے۔ اسلام نے اس حوالے سے بھی مسلمانوں کی تربیت کا بھرپور اہتمام کیا ہے۔ روزگار کے مواقع

ہوں یا کسی صنعت کا قیام، قدرتی وسائل کا استعمال ہو یا افرادی قوت کا استعمال، اسلام نے ان تمام مراحل میں ہماری تربیت کی ہے۔ اسلام نے ہمیں ایسا لٹریچر اور موادفراہم کیا ہے جو ہمیں معاشرے کا ایک متحرک کردار بناتا ہے۔اسلامی نقطہ نگاہ سے جب پیداوار کے بارے میں بات کی جاتی ہے تو اس میں سب سے پہلے پیداوار کے عوامل زیر بحث آتے ہیں۔ افرادی قوت کی اہمیت، کام کاج کی اہمیت، کاروبار کو فروغ دینے کی کوشش، قدرتی وسائل کی عادلانہ اور منصفانہ تقسیم، کام کی تقسیم، مینیجمنٹ، اسپیشلسٹ اور پروفیشنل کے ساتھ ساتھ مخلص کارکن، پیداوار کے لیے انجام پانے والے کاموں کی نظارت، مختلف پیشوں میں کام کی تقسیم۔ پیداوار کی مقدار ومعیار کے بارے میں سنجیدگی، پیداوار اور تقسیم کے درمیان توازن۔ ان تمام اجزأ کے ساتھ ساتھ اسلام میں جو عنصر اہم ہے وہ معنوی پہلو ہے۔ انسان کو رزاقیتِ الٰہی پر یقینِ کامل ہو۔ ایمان، تقویٰ ،شکر، ایمان اور زہد ۔ یہ تمام عناصر تربیت اقتصادی میں وہی مقام رکھتے ہیں جو جسم میں روح کو حاصل ہے۔[35]

کام کی اہمیت

جب ہم قدرتی وسائل کو بروے کار لاتے ہوئے اقتصاد کی چکی کو چلانا چاہتے ہیں تو اس کا بنیادی پاٹ کام کو اہمیت دینا ہے۔ ہمارے معاشرے کا سب سے بڑا المیہ تن پروری ہے۔ محنت سے جی چرانے والی قومیں کبھی ترقی کی منازل کو طے نہیں کرتیں۔ بدقسمتی سے اسلام کے دشمنوں نے اور اپنے غافل دوستوں نے مال و دولت کا درست تصور مسلمانوں کو نہیں دیا۔ توکل کا غلط مفہوم بیان کیا گیا۔ خدا کی رزاقیت کی غلط تشریح کی گئی۔ معاشرے میں کمی ازم کو فروغ دے کر، ہاتھ سے کام کرنے کو عیب سمجھا جانے لگا۔

دین اسلام میں قرآنی تعلیمات اور اہلِ بیتؑ کی سیرت میں کسب حلال کو عبادت کہا گیا ہے۔ مما رزقنهم ينفقون سے ہی ظاہر ہو رہا ہے کہ قرآن کا مطلوب وہ مسلمان معاشرہ ہے کہ جو دوسروں کے لیے انفاق کرنے والا ہو، دوسروں کی دستگیری کرنے والا ہو، ایسا معاشرہ جو خمس وزکوٰۃ، ہدیہ، ہبہ اور وقف جیسے مفاہیم سے آشنا ہو۔ مکتب اسلام نے جو تربیت اقتصادی کے نمونے سیرت میں بیان کئے ہیں اس میں الكاسب حبيب الله کہا گیا ہے۔خدا وند متعال نے انسان کو بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ انسان ان صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے آپ کو اور معاشرے کو ترقی کی راہ پر گامزن کر سکتا ہے۔ کائنات میں بہت قدرتی نعمتیں موجود ہیں۔ روز روشن خلق کرنے کا مقصد انسان کے اندر چھپی ہوئی صلاحیتوں کو نکھارنا ہے۔ انسان اس کی روشنی میں رزق وروزی کی تلاش کرے۔ وہی رزق جسے فضل وخیر کہا گیا ہے۔ "اور دن کو ہم نے معاش (کاذریعہ) بنایا۔" (11:78) اور ہم نے رات اور دن کو دونشانیاں بنایا ہے پھر ہم نے رات کی نشانی کو ماند کر دیا اور دن کی نشانی کو روشن کر دیا تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو اور سالوں کا شمار

اور حساب معلوم کر سکو اور ہم نے ہر چیز کو پوری تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔ (12:17)

اسلام میں جہاں کام اور محنت و مشقت کی بہت زیادہ اہمیت بیان ہوئی ہے، وہاں بے کاری اور نکمّے پن کی شدید مذمت بھی کی گئی ہے۔ آج کے معاشرے میں کام کرنا غربت کی نشانی سمجھا جاتا ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کی مقدس ترین ہستیاں، انبیاءؑ کرام مختلف پیشے اختیار کیے ہوئے تھے۔ انبیاءؑ بھی: کاشتکار، چرواہے، درزی، معلم، بڑھئی اور لوہار تھے۔[36] کسی نے کشتی بنائی جس نے اس کرہ خاکی پر آنے والے سب سے بڑے طوفان کا مقابلہ کیا۔ کسی نے لوہے سے زرہیں بنائیں تو کسی نے یاجوج و ماجوج کے ستم و تخریب کاریوں سے بچنے کے لیے دیوار بنائی۔ کسی نے زمین پر سب سے پہلے خانہ خدا کو تعمیر کرکے معماری کی بنیاد رکھی تو کسی نے حضرت شعیبؑ کی بکریاں چرائیں۔ وہ کائنات کے سب سے بڑے مصلح اور عظیم شخصیات تھیں۔

انہیں انبیاءؑ میں سے وہ نبی بھی گزرے جنہوں نے مصر جیسے بڑے خطے کو اقتصادی بحران سے نکالا۔ ایسا اقتصادی پروجیکٹ دیا کہ سات سالہ قحط کو نہایت ہی اچھے انداز میں کنٹرول کیا۔[37] معاشرے میں امیر اور غریب کا جو فاصلہ بن چکا تھا اسے ختم کر دیا اور سب کو ایک ہی صف میں لا کھڑا کیا۔ آج کی نسل اگر کام کو عیب سمجھے گی تو کبھی بھی ستاروں پہ کمند نہیں ڈال سکے گی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تعلم و تربیت اقتصادی میں وہ تمام مطالب بیان کیے جائیں کہ جو جوانوں کو اس انداز میں تربیت کریں کہ وہ کام کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں۔ اسلامی تعلیمات میں سستی اور کاہلی سے پناہ مانگی گئی ہے۔

قوموں کا استقلال اسی سے وابستہ ہے کہ اپنی نسل کی ایسی تربیت کریں کہ جو کام، کام اور بس کام کے نعرے کو عملی کر سکیں۔ تھنک ٹینکس محکم فکری کام فراہم کریں۔ کارکنان اس کو عملی کرنے کی تگ و دو کریں۔ مولا علیؑ کے فرمان کے مطابق جس کے پاس پانی اور مٹی ہو اور وہ پھر بھی فقیر ہو وہ رحمتِ خدا سے دور ہے۔[38] اسلامی معارف جو کام کی اہمیت بیان کرتے ہیں۔ الٰہی نمایندوں نے جہاں لوگوں کی دنیا کو آباد کیا وہیں لوگوں کی آخرت کو بھی سنوارا۔ دین اسلام میں کام کرنا عیب نہیں بلکہ قابلِ قدر ہے۔ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے کسی نے کہا۔ آپ کیوں خود کام کر رہے ہیں؟ کام کرنے والے کہاں ہیں؟ آپؑ نے فرمایا جو مجھ سے بہتر تھے وہ بھی اپنے ہاتھوں سے اپنی زمینوں میں کام کرتے تھے۔ پوچھنے والے نے پوچھا وہ کون تھے؟ فرمایا رسول خداﷺ اور امیر المؤمنین علیؑ اور میرے سارے آباؤ اجداد اپنے ہاتھوں سے کام کیا کرتے تھے۔ یہ کام تمام انبیاءؑ اور پیامبران الٰہی اور ان کے اوصیاءؑ انجام دیا کرتے تھے۔[39]

مال کو حلال ذریعے سے کمانے کے بارے امام زین العابدینؑ رسالۃ الحقوق میں فرماتے ہیں "مال کا حق یہ ہے کہ اسے صرف حلال طریقے سے کمایا جائے۔[40] کام کرنے، محنت و کوشش کرنے کی اہمیت ہم اس حدیث سے بھی

جان سکتے ہیں کہ "بیکار شخص کی دعا قبول نہیں ہوگی۔ رسول خداﷺ نے فرمایا میرے امت میں سے ایک گروہ جس کی دعا قبول نہیں ہو گی، ایسا شخص جو گھر میں بیٹھا رہے اور دعا کرتا رہے، کہے پروردگارا! مجھے روزی دے لیکن وہ روزی کی تلاش میں نہ نکلے۔ اپنے اہل وعیال کے لیے رزق حلال کمانے والے کو جہاد سے زیادہ اجر کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ رزق حلال کمانے کے لیے کاشتکاری، گلہ بانی، محنت مزدوری، تجارت، معماری اس کے ساتھ ساتھ زمانہ جدید میں انسانی خدمات کے مختلف پیشے اختیار کرنا تاکہ باوقار اور عزت مندانہ زندگی گزاری جا سکے۔ اسلام کی نگاہ میں یہ قابلِ قدر ہے۔

دین اسلام میں جہاں رزق حلال کمانے کی تلقین ہے وہیں اس رستے میں قدم اٹھانے کے لیے کتنی احتیاط کی ضرورت ہے یہ بھی بیان ہوا ہے۔ تجارت کے احکام سے آشنائی کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ خریداروں سے مساوانہ رویے کی تاکید کی گئی ہے۔ کم تولنا اور گران فروشی سے منع کیا گیا ہے۔ حضرت شعیبؑ کی پوری قوم کو جس بری عادت کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کیا گیا وہ ناپ تول میں کمی کرنا تھی۔ ناپ تول میں کمی صرف تجارت کے معاملے میں نہیں ہے بلکہ ہر شعبے میں اپنے فرض کی ادائیگی میں کمی بیشی اسی زمرے میں آتی ہے۔ اگر کوئی استاد ہے یا مزدور، لکھاری ہے یا دکاندار، انجینیئر ہے یا ڈاکٹر۔ اگر وہ اپنے کام میں کمی کوتاہی کرتا ہے تو اس کا شمار بھی ناپ تول میں کمی کرنے والوں میں سے ہوگا۔[41]

کسبِ معاش کی مہارتیں

اسلام نے کسبِ معاش کی مہارتوں کے حصول پر بہت توجہ دی ہے۔ اسلام اپنے پیروکاروں سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ جب بھی کوئی کام، منجملہ اقتصادی کام، ایجادات، اختراعات اور صنعتوں کے قیام میں ہمیشہ استحکام اور کام کی مضبوطی کو پیش نظر رکھیں۔ احادیث میں اس شخص کو رحمت کی خوش خبری سنائی گئی ہے جو اپنے کام کو مضبوطی اور پائیداری کے ساتھ انجام دیتا ہے۔ قرآن فرماتا ہے" اور ہم نے تمہارے لیے انہیں (داودؑ) زرہ سازی کی صنعت سکھائی تاکہ تمہاری لڑائی میں وہ تمہارا بچاؤ کرے تو کیا تم شکر گزار ہو؟ (80:21) اور ہم نے لوہے کو ان کے لیے نرم کر دیا (10:34)۔ہم نے وحی کے ذریعے موسیٰ اور ہارون کو ہاؤسنگ انڈسٹری سکھائی۔ اور ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی کی طرف وحی بھیجی کہ مصر میں اپنی قوم کے لیے مکانات مہیا کرو۔ (87:10) حضرت نوح علیہ السلام پر وحی نازل کی۔ اور ہماری نگرانی میں اور ہمارے حکم سے ایک کشتی بنائیں۔ (37:11)

قرآن کریم میں بہت سی جگہوں پر اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ زمین میں خدا کا فضل تلاش کرو۔" اور دن کی نشانی کو روشن کر دیا تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔" (12:17) الٰہی احکامات میں انسان کو کھیتی باڑی، زمینوں کی آبادکاری اور مویشی پالنے کے بارے میں ہدایات موجود ہیں۔ اور ثمود کی طرف ان کی برادری کے فرد صالحؑ کو

بھیجا، انہوں نے کہا: "اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، اسی نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور اس میں تمہیں آباد کیا لہٰذا تم اسی سے مغفرت طلب کرو پھر اس کے حضور توبہ کرو، بے شک میرا رب بہت قریب ہے، (دعاؤں کا) قبول کرنے والا ہے"۔ (61:11)

خلاصہ یہ کہ الٰہی اہداف کے حصول کے تمام اقتصادی مہارتیں عبادت کا درجہ رکھتی ہیں۔ انسان کو اپنی آمدن بڑھانے کے لیے جن مہارتوں کی ضرورت ہے۔ اس میں پیداواری کسب وکار، تجارت، ملازمت (مختلف پیشے)، خرچ اخراجات، بچت اور اپنی دینی و مذہبی سرگرمیوں کے لیے خیراتی کام۔ یہ مہارتیں پیداوار، تجارت اور خدمات کے تین شعبوں میں ظاہر ہوتی ہیں، اور ہر شعبے میں کام اور اقتصادی کوشش ضروری ہے۔ رزقِ حلال کی خاطر کام کرنے کی بہت زیادہ تاکید آیات وروایات میں موجود ہے۔

وسائل اور مال کی تقسیم

قدرتی وسائل سے حاصل ہونے والی درآمد کی عادلانہ اور منصفانہ تقسیم بھی تربیت اقتصادی کے بنیادی ارکان میں سے ہے۔ معاشرے میں توازن پیدا کرنا، امیر اور غریب کا جو طبقاتی نظام وجود میں آتا ہے اس کا سدّباب کرنا، دولت کو چند ہاتھوں سے نکال کر معاشرے میں لانا، فرد محور کی بجائے معاشرہ محور اقتصاد کے قیام کی کوشش کرنا، معاشرے کے محروم اور پسے ہوئے لوگوں کی دستگیری کرنا، انفاق کی ضرورت و اہمیت، معاشرے میں انفاق رائج کرنا، تنگ دست افراد کو قرض جیسی سہولت فراہم کرنا، شرعی احکام خمس وزکوٰۃ کی اہمیت، مصارف اور زکوٰۃ کے آثار و برکات سے معاشرے میں آگاہی دینا۔ وہ عوامل جو معاشرے میں کرپشن کو فروغ دیتے ہیں ان تمام عوامل کا سدّباب کرنا۔ سود، رشوت، ذخیرہ اندوزی، ناپ تول میں کمی جیسی رزیلہ صفات جو معاشروں کو زوال کی طرف لے جاتی ہیں۔ ان سے آنے والی نسلوں کو بچانا۔ دین اسلام نے ان تمام اجزأ کے بارے میں راہنمائی فرمائی ہے۔ مزدور کی مزدوری ہو، ملک میں قدرتی وسائل کی منصفانہ تقسیم ہو۔ تربیت اقتصادی ان تمام امور میں راہنمائی فراہم کرتی ہے۔[42]

وسائل کے درست استعمال کی تربیت

تربیت اقتصادی کا تیسرا اہم اور بنیادی رکن وسائل کو صحیح انداز میں صرف کرنا ہے۔ انسان کو افراط تفریط سے نکال کر قناعت اور میانہ روی یعنی اعتدال کی راہ پر گامزن کرنا ہے۔ وسائل کو کیسے صرف کرنا ہے؟ اس کے لیے تدریسی مواد اس طرح مرتب کیا جائے کہ یہ تمام مفاہیم بچوں کے اذہان میں منتقل ہوں تاکہ وہ معاشرے کی تعمیر و ترقی میں مثبت کردار ادا کر سکیں۔ اس مرحلے میں سب سے پہلے جس چیز کی تربیت ضروری ہے وہ ذہن کی

مدیریت ہے، یعنی یہ سمجھا سکیں کہ ضرورت کونسی ہے اور خواہش کونسی ہے۔ کون سی چیز ہے کہ جس کے بغیر گزارا نہیں اور کونسی چیز ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔ ضرورت اور خواہش کی سمجھ دینا۔ روٹی، کپڑا اور مکان سے لے کر حمل و نقل کی ضرویات، باہمی بھائی چارہ، باہمی احترام، اعتماد کی فضا، ظاہر کی آرائش، سیکورٹی کی فراہمی یہ بنیادی ضروریات کے سائے میں دوسرے مرحلے کی ضروریات ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ اسلام نے ہمیں اشیاٗ اور وسائل کو صرف کرنے کی حدود و قیود اور شرائط کی تعلیم دی ہے۔ وسائل کو خرچ کرتے ہوئے جس چیز کی طرف زیادہ توجہ کی ضرورت ہے وہ پاک اور حلال ہونا ہے۔ انسان جب وسائل کو خرچ کرے تو اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ اسراف اور فضول خرچی جیسی ناسور عادات کے ساتھ ساتھ لوگوں کو دکھانے کے لیے اپنے مال کو استعمال نہ کرے۔[43] اس مال کو خدا کی امانت سمجھے اور یہ بات ذہن میں رکھے کہ کل ایک دن آئے گا جس میں نعمتوں کے بارے سوال کیا جائے گا۔ پس اس دن کی آمادگی ضروری ہے کیونکہ اصل کامیاب وہی ہوگا جو اس دن سرخرو ہوگا۔ جو مال حاصل ہوا ہے اس میں بچت کر کے اس سے سرمایہ کاری کرنا، اسے مختلف فلاحی کاموں میں صرف کرنا۔ تربیت اقتصادی اسلامی ان تمام جہات میں راہنمائی فراہم کرتی ہے۔ جو بھی چیز ہاتھ میں آئے اسے استعمال کرنے سے پہلے حلال و حرام کی شناخت بہت ضروری ہے۔ اسی لیے معصومینؑ نے فرمایا ہے کہ حلال و حرام میں سمجھ بوجھ حاصل کرو ورنہ تم بد تہذیب ہو۔[44]

دو متضاد اقتصادی ماڈل

اسلام نے اپنے پیروکاروں کو محض نظریاتی اور خشک و خالی تعلیم نہیں دی؛ بلکہ اقتصادی ماڈل اور اقتصادیات کے عملی نمونے بھی ان کے سامنے رکھے ہیں۔ اسلام نے ہمارے سامنے جو اقتصادی ماڈل پیش کیے ہیں اُن میں سے ایک وہ اقتصادی ماڈل ہے جو فرد یا بشر محور ہے اور خود انسان ہی اس کا اول و آخر ہے۔ جبکہ دوسرا، وہ اقتصادی ماڈل ہے جو خدا محور ہے اور اُس میں اقتصاد قربِ الٰہی کے حصول کا زینہ اور ذریعہ ہے۔ پہلے اقتصادل ماڈل کو "قارونی ماڈل" اور دوسرے کو "قرآنی ماڈل" کا نام دیا جا سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ قرآن نے ہمیں ان ماڈلز میں سے کسی ایک کے اپنے کی منطق بھی سکھلائی ہے۔ ذیل میں ہم ان ماڈلز کے خدّوخال اجاگر کریں گے۔

1۔ قارونی ماڈل

قارونی اقتصادی ماڈل کی مثال زمانہ قدیم میں فرعونی اور قارونی نظام اور زمانہ جدید میں سرمایہ دارانہ نظام اور سوشیالزم ہیں۔ اس نظام میں اقتصادی فعالیت کا محور انسان ہے۔ مزید براں، اس میں ہر فرد یہ چاہتا ہے کہ معاشرے کو غلام بنا لے۔ اس اقتصادی ماڈل میں ایک اقتصادی عامل کے طور پر ہر شخص کا ہدف و مقصد فقط مال

کا حصول ہوتا ہے؛ چاہے وہ کسی بھی ذریعے سے ہاتھ لگے۔اس ماڈل میں دنیا بھر کے مادی وسائل کو غارت کرنے کے لیے انسانیت کو قربان کیا جاتا ہے۔ قارونی اقتصادی ماڈل کے پیروکار اپنے کاروبار کو فروغ دینے کے لیے قدرتی وسائل کا استحصال کرتے ہیں۔زرخیز زمینوں پر آلودگی پھیلانے والے کارخانے بنائے جاتے ہیں۔باغات اور قدرتی ماحول کو نقصان پہنچایا جاتا ہے۔لوگ زمینوں کو ہتھیانا شروع کرتے ہیں۔اور جب اس ماڈل کے پیروکاروں سے کہا جاتا ہے کہ خدا کی زمین میں فساد نہ پھیلاو اور بنی نوع بشر کا استحصال نہ کرو تو یہ قارون کی وہی منطق پیش کرتے ہیں جس سے قرآن کریم نے پردہ اٹھایا ہے۔ قارون کی منطق یہی تھی کہ جو کچھ میرے پاس ہے،سب میرے اپنے علم اور محنت کی بدولت ہے۔ یہاں قارون اپنی دولت کا مبدأ اور محور اپنی ذات کو قرار دے رہا ہے۔ قارونی اقتصادی ماڈل کی منطق یہ ہے کہ "میری دولت، میری مرضی۔"اس ماڈل نے اقتصادیات سے خدا کو بالکل خارج کر دیا ہے۔یہی قارونی عقیدے کی مشکل تھی۔[45]

قارونی اقتصادی ماڈل کی پیروی میں امیر ،امیر سے امیر تر اور غریب، غریب سے غریب تر ہوتا چلا جاتا ہے۔دولت چند ہاتھوں میں گھومتی رہتی ہے اور مٹھی بھر لوگ، قوموں کی قسمت کا فیصلہ کرتے ہیں۔اس فکر میں دولت کو اکٹھا کرنا ہدف ہوتا ہے۔اس فکر کے حامل لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ عزت و برتری کا معیار دولت مند ہونا ہے۔جس کی دولت زیادہ ہے وہی باعزت ہے۔ یہاں دولت کی خاطر اگر انسانیت کو بھی قربان کرنا پڑے تو مسئلہ نہیں ہے۔ہم و غم دولت ہے۔ان کی نگاہ میں دولت آنی چاہیے،خواہ وہ حلال طریقے سے ہاتھ آئے یا حرام کے رستے سے۔

سورہ قصص اس ماڈل کو بیان کرتی ہے۔" بیشک قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا مگر اس نے قوم پر ظلم کیا اور ہم نے بھی اسے اتنے خزانے دے دیئے تھے کہ ایک طاقت ور جماعت سے بھی اس کی کنجیاں نہیں اٹھ سکتی تھیں پھر جب اس سے قوم نے کہا کہ اس قدر نہ اتراؤ کہ خدا اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔" (76:28) اور جو (مال) اللہ نے تجھے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر حاصل کر، البتہ دنیا سے بھی اپنا حصہ فراموش نہ کر اور احسان کر جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے اور زمین میں فساد نہ کر یقینا اللہ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا۔ (77:28) قارون نے کہا: یہ سب مجھے اس مہارت کی بناپر دیا گیا ہے جو مجھے حاصل ہے، کیا اسے معلوم نہیں ہے کہ اللہ نے اس سے پہلے بہت سی ایسی امتوں کو ہلاکت میں ڈال دیا جو اس سے زیادہ طاقت اور جمعیت رکھتی تھیں اور مجرموں سے تو ان کے گناہ کے بارے میں پوچھا ہی نہیں جائے گا۔ (78:28)

اگرچہ قارونی ماڈل کو فالو کرنا، خود پرستوں کو پسند ہے لیکن قرآن و سنّت میں اس ماڈل کو فرد و سماج کے لئے ایک تباہ کن ماڈل قرار دیا گیا ہے۔ اس حوالے سے قرآن کریم نے کچھ ظاہر بین لوگوں کا حال بیان کیا ہے کہ جنہوں نے قارون کا مال اور جاہ و حشم دیکھا تو اُن کی بھی رال ٹپکنے لگی اور وہ یہ آرزو کرنے لگے کہ اے کاش! جو

قارون پر فضل ہوا ہے، وہ ان پر بھی ہو جائے۔کاش انہیں بھی یہ مادی لذتیں نصیب ہو تیں۔قرآن کریم نے ان لوگوں کی اس تمنائے خام کو یوں بیان فرمایا ہے:

"تو (ایک روز) قارون (بڑی) آرائش (اور ٹھاٹھ) سے اپنی قوم کے سامنے نکلا۔ جو لوگ دنیا کی زندگی کے طالب تھے کہنے لگے کہ جیسا (مال ومتاع) قارون کو ملا ہے کاش ایسا ہی ہمیں بھی ملے۔ وہ تو بڑا ہی صاحب نصیب ہے۔ (79:28) اور جنہیں علم دیا گیا تھا وہ کہنے لگے: تم پر تباہی ہو! اللہ کے پاس جو ثواب ہے وہ ایمان لانے والوں اور نیک عمل انجام دینے والوں کے لیے اس سے کہیں بہتر ہے اور وہ صرف صبر کرنے والے ہی حاصل کریں گے۔ (80:28) پھر یہی ہوا کہ قارون اپنے پورے جاہ وجلال کے ساتھ زمین بُرد ہو گیا: " (آخرکار) ہم نے اسے اس کے محل سمیت زمین میں دھنسا دیا اور اللہ کے سوا کوئی جماعت اس کی مدد کے لیے تیار نہ ہوئی نہ وہ خود اپنے بچانے والوں میں سے ہو سکا۔" (81:28) اس حال میں کوئی نہیں تھا جو اس کی فریاد کو سنتا اور اس کی مدد کو آتا۔

قارون کا یہ انجام دیکھ کر وہ لوگ جو اُس جیسا بننے اور اس کا سا مال و دولت حاصل کرنے کی حسرت اور تمنا کر رہے تھے، اس کے دردناک انجام کو دیکھ کر کہنے لگے: اگر خدا کا لطف ہمارے شاملِ حال نہ ہوتا تو ہم بھی اس عذاب کا شکار ہو جاتے: اور وہ لوگ جو کل اس کے مرتبہ کی تمنا کرتے تھے آج صبح کو کہنے لگے کہ ہائے شامت! اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے اگر ہم پر اللہ کا احسان نہ ہوتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا ہائے! کافر نجات نہیں پا سکتے۔ (82:28) آخرت کا یہ بھلا گھر ہم ان ہی کے لیے مقرر کر دیتے ہیں جو زمین میں اونچائی بڑائی اور فخر نہیں کرتے نہ فساد کی چاہت رکھتے ہیں۔ پرہیزگاروں کے لیے نہایت ہی عمدہ انجام ہے۔ (83:28)

2۔ قرآنی ماڈل

اقتصادیات کا قرآنی ماڈل، درحقیقت، وہ اقتصادی نظام ہے جس کی بنیاد توحیدی تصوّرِ کائنات اور انسان کے خلیفۃ اللہ ہونے کے تصوّر پر استوار ہے۔ اس ماڈل میں بنی نوع بشر کی ہر اقتصادی فعالیت خدا کے حصول کے لیے قرار پاتی ہے۔ اس میں حصول دولت کا آخری ہدف، آخرت کی آبادکاری ہے: "یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لیے بنا دیتے ہیں جو زمین میں بالادستی اور فساد پھیلانا نہیں چاہتے اور (نیک) انجام تو تقویٰ والوں کے لیے ہے۔" (83:28) درحقیقت، قرآنی اقتصادی ماڈل کے پیروکار، میری دولت، میری مرضی کے فارمولے پر نہیں، بلکہ: خدا کا مال، راہِ خدا میں" کے اصول کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ اقتصادی ماڈل ایک ایسا اقتصادی نظام ہے جو ایک یا چند افراد کے ہاتھوں میں دولت کے ارتکاز کی بجائے پورے معاشرے کو اپنے پاؤں پر کھڑا کر دیتا ہے۔اس میں ایک شخص جب مالی لحاظ سے مضبوط ہوتا ہے تو وہ معاشرے کے محروم طبقے کو اٹھانے میں اہم کردار

ادا کرتا ہے اور پورا معاشرہ اوپر اٹھتا ہے۔[46]

اقتصادی ماڈل کے انتخاب کی تربیت

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان کو مذکورہ بالا دو اقتصادی ماڈلز میں سے کس ماڈل کی پیروی کرنا چاہیے؟ قرآن و سنت میں اس انتخاب کی تربیت دی گئی ہے اور ماڈل کے انتخاب کی منطق بھی بتائی گئی ہے۔ اس سوال کا جواب واضح ہے کہ ایک مومن اور دیندار انسان، جس کا تصوّرِ کائنات توحیدی اور تصّورِ انسان، خلیفۃ اللٰہی ہو اور جو دنیا کو آخرت کی کھیتی قرار دیتا ہو، وہی اقتصاد و معیشت کا قرآن ماڈل ہی فالو کرے گا۔ کیونکہ اس کی نظر میں یہ دنیا کا مال و دولت اگر خدا کی رحمت اور مہربانی کے حصول کا ذریعہ ہو تو نور علیٰ نور ہے ورنہ یہی مال انسان کے دنیا اور آخرت کے خسارے کا سبب بنتا ہے۔ پس ایمان کا تقاضا، قرآنی اقتصادی ماڈل کی پیروی ہے۔ مگر جو لوگ محض زبان سے توحید و معاد کا اقرار تو کرتے ہیں لیکن قلبی طور پر مومن نہیں، وہ جب معاش و اقتصاد کے باب میں داخل ہوتے ہیں دین کو بھلا کر خود عاقل ترین بن بیٹھتے ہیں۔[47]

ان لوگوں کو قرآن نے کافر کہا ہے۔ جنہیں بینک سے امید ہوتی ہے کہ اس میں پیسہ رقم رکھیں گے تو فائدہ ملے گا، لیکن خدائی وعدے پر یقین کرتے ہوئے خمس و زکوۃ اور صدقات نہیں دیتے۔ اسی لیے علامہ اقبالؒ نے فرمایا:

مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟ بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نا امیدی[48]

قرآن کریم ہمیں یہ ہدایت فراہم کرتا ہے کہ جو لوگ قارون کی طرح تکبر و غرور کا شکار نہیں ہوتے اور زمین میں فساد نہیں چاہتے اور ان کا مال و دولت خدمت خلق کے لیے خرچ ہوتا ہے۔ اپنے مال و دولت کو خدا کی امانت سمجھتے ہیں اور اسی مال کو آخرت کے لیے زادِ راہ بناتے ہیں۔ جب اقتصاد تقویٰ الٰہی کے سائے میں ہوگا تو اس سے لوگوں میں عدل و انصاف و بھائی چارہ کی فضا بنے گی۔ زمینیں آباد ہوں گی اور خلق خدا خوشحال ہو گی۔[49]

نتیجہ گیری

انسانی زندگی میں اقتصاد کی وہی حیثیت ہے جو حیوانات و نباتات کے لیے پانی اور گاڑی کے لیے ایندھن کی ہے۔ اسلام نے انسان کی اقتصادی تربیت کا مکمل اہتمام کیا ہے۔ اسلام کی اقتصادی تربیت فرد اور معاشرے کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرتی ہے۔ یہ مسلم امت کو استقلال، خود مختاری اور اپنے فیصلے خود کرنے کی آزادی عطا کرتی ہے۔ قرآن و سنت میں انسان کی جامع اقتصادی تربیت کا سامان فراہم کیا گیا ہے۔ اسلام اقتصادی حوالے سے مسلمانوں کی ایسی تربیت کرتا ہے کہ وہ ایسی زندگی بسر کریں کہ جس میں رزق حلال ہو، بددیانتی، رشوت، ناپ تول میں کمی، کرپشن، حرام خوری، سود، ملاوٹ اور دوسروں کا حق غصب کرنے جیسی اقتصادی برائیوں کا خاتمہ ہو جائے۔

ان کے مقابلے میں امانت، دیانت، پاکیزگی، عدالت، انفاق، ایثار، صدقہ، ہبہ، خمس و زکوۃ، احسان، کفارہ، اسیروں کی رہائی اور محروموں کی دستگیری ہو۔اسلام کی اقتصادی تربیت کا نظام اتنا جامع ہے کہ جو نسلوں کو تن پروری سے نکال کر محنت کش بناتا ہے۔قدرتی وسائل کی منصفانہ تقسیم سے لے کر پیداوار تک اور پیداوار کے فروغ سے لے کر وسائل کی کھپت تک، تمام مراحل پر اسلام ایسا تعلیمی مواد فراہم کرتا ہے جو مسلمانوں کو دنیا اور آخرت کی نجات وفلاح اور خوشحالی سی ہمکنار کرتا ہے۔

*****

References

---

1 . Raghib, Isfahani, *Mufardat al-Qur'an*, Tarjma: Maulana Abdah Firozpuri, Vol. 2 (Lahore, Shaikh Shams ul-Haq Urdu Bazar, 1390 SH), Word: "القصد".

راغب، اصفہانی، *مفردات القرآن*، ترجمہ مولانا عبدہ فیروزپوری، ج2 (لاہور، شیخ شمس الحق اردو بازار، 1390ھ ج)، مادہ: القصد۔

2. Muhammad bin Makram, Ibn Manzoor, *Lasan al-Arab* (Beirut, Dar al-Fakr Laltabaat wal Nasher wal tozieh, 1414 AH), Word: "القصد".

محمد بن مکرم، ابن منظور، *لسان العرب* (بیروت، دارالفکر والطباعہ والنشر والتوزیع، 1414ہ ج)، مادہ: القصد۔

3. Haji Jafar Abbas, *Maktab Ektasadi Islam*, Mutrajam: Rajai Ramsha Wa Syed Muhammad Kazim (Qom, Antasharat Masoah Amozeshi Imam Khomeini, 1390 SH), 52.

حاجی جعفر عباس، مکتب اقتصادی اسلام، مترجم: رجایی رامشہ وسید محمد کاظم (قم، انتشارات مؤسسہ آموزشی وپژوہشی امام خمینیؒ، 1390)، 52۔

4 . Muhammad Hussain, Elahi zadeh, *Darsanama Tarbiat Ektasdi* (Mashad, Tadbar Dar Qur'an wa sira, 1397 SH), 36.

محمد حسین، الٰہی زادہ، *درسنامہ تربیت اقتصادی* (مشہد، تدبر در قرآن وسیرہ، 1397ش)، 36۔

5. Isfahani, *Mufardat al-Qur'an*, Vol. 1, 397.

اصفہانی، *مفردات القرآن*، ج1، 397۔

6. Murtaza, Mutahari, *Taleem wa Tarbiat dar Islam* (Qum, Antasharat Sidra, 1372 SH), 715.

مرتضٰی، مطہری، تعلیم وتربیت دراسلام (قم، انتشارات صدرا، 1372)، 715۔

7. Muhammad Taqi, Misbah Yazdi, *Falsfah Taleem wa Tarbiat Islami* (Tehran, Antasharat Mussa Farhangi Madrasah Burhan (Antasharat-i Madrasah), 1390 SH), 39.

محمد تقی، مصباح یزدی، فلسفہ تعلیم وتربیت اسلامی (تہران، انتشارات مؤسسہ فرھنگی مدرسہ برہان (انتشاراتِ مدرس)، 1390ش)، 39۔

8. Mehdi, Taghiani wa Adel, Pehghami, *Taleem wa Tarbiat Ektasadi*, Vol. 1 (Tehran, Antasharat Imam Sadiq, 1395 SH), 22.

مہدی، طغیانی وعادل، پیغامی، تعلیم وتربیت اقتصادی ج1 (تہران، انتشارات امام صادق، 1395)، 22۔

9. Jami az Nawisadgaan, *Daramdi br Nizaam Nama Tarbiati Al-Mustafa (PBUH)* (Uom, Markaz Bain-ol millali Tarjma wa Nasher Al-Mustafa, 1397 SH), 488.

جمعی از نویسندگان، درآمدی بر نظام نامہ تربیتی المصطفیٰ (ص) (قم، مرکز بین المللی ترجمہ ونشر المصطفیٰ، 1397ش)، 488۔

10. Taghiani wa Pehghami, *Taleem wa Tarbiat Ektasadi*, 22.

طغیانی وپیغامی، تعلیم وتربیت اقتصادی، 22۔

11. Mohsin, Qaraiti, *Semai Ekhtasad dar Qur'an wa Rawayaat* (Tehran, Mussa Farhangi dar sahai az Qur'an, 1398 SH), 14.

محسن، قرایتی، سیمای اقتصاد در قرآن وروایات (تہران، موسسہ فرہنگی درسہای از قرآن، 1398ش)، 14۔

12. Fatimah Murad, Kahnaki, wa Mutturi Ali, Karimond, Amanullah Nasiri, "Naqsh Ma'ad Bawari dar Taharat Ektasadi, *Pazhush Ha'i Nahj al-Balagha*, Vol. 17. No.59 (1397 SH), 23.

فاطمہ مراد، کہنکی، و مطوری علی، کریموند، امان الہ ناصری، "نقش معاد باوری در طہارت اقتصادی"، پژوھش ھای نہج البلاغہ، جلد17، شمارہ59 (1397)، 23۔

13. Ahmad, Safi, Ahmorash wa Parwarsh Ibtatai, Rehnomai Tehsili wa Matwoasta, Chaap. IX (Tehran, Nasher smat, 1393 SH), 37.

احمد، صافی، آموزش وپرورش ابتدائی، رہنمائی تحصیلی ومتوسطہ، چاپ نہم (تہران، ناشر سمت، 1393)، 37۔

14. Murtaza, Mutahari, *Nazari bah Nizam Ekhtasad-e-Islami*, Vol. 1 (Tehran, Antasharat Sadra, 1377 SH), 19.

مرتضٰی، مطہری، نظری بہ نظام اقتصاد اسلامی، ج1 (تہران، انتشارات صدرا، 1402ش)، 19۔

15. Taghiani wa Pehghami, *Taleem wa Tarbiat Ektasadi*, 26.

طغیانی وپیغامی، تعلیم وتربیت اقتصادی، 26۔

16. Marzia, Muhass, "Mobani wa Masadiq Taleem wa Tarbiat Ektasadi", *Farzandan dar Khanwada Islami*, Issue # 4 (1393 SH), 55.

مرضیہ، محصص، "مبانی ومصادیق تعلیم وتربیت اقتصادی"، *فرزندان درخانوادہ اسلامی*، شمارہ4(1393)،55۔

17. Murtaza, Mutahari, *Baseet Giftar* (Tehran, Antasharat Sadra, 1390 SH), 54.

مرتضٰی، مطہری، *بیست گفتار* (تہران، انتشارات صدرا، 1390)،54۔

18. Muhammad Muhammadi, Rai Shahri, Mutrajam: Hameed Raza Sheikhi, *Mizan al-Hikama*, Vol. 3 (Qum, Dar al-Hadith, 1393 SH), 499, Hadith no. 5357.

محمد محمدی، ری شہری، مترجم: حمید رضا شیخی، *میزان الحکمۃ*، ج3 (قم، دارالحدیث، 1393)،499، رقم الحدیث:5357۔

19. Murtaza, Mutahari, *Nazari bah Nizam Ikhtasad-e-Islami*, Vol. 1 (Tehran, Antarsharat Sadra, 1377 SH), 19-20.

مرتضٰی، مطہری، *نظری بہ نظام اقتصاد اسلامی*، ج1 (تہران، انتشارات صدرا، 1377)،19-20۔

20. Hassan Ibn Ali, Ibn Shuba Harrani, *Tufh al-Aqool*, Vol. 2 (Qum, Aal-e Ali, 1376 SH), 49.

حسن ابن علی، ابن شعبہ حرّانی، *تحف العقول*، ج2 (قم، آل علی، 1376ش)،49۔

21. Muhammad Ibn Yaqoob, Kalini, *Al-Kafi*, Vol. 5 (Tehran, Dar Al-Kuttab Al-Islamiyya, 1407 AH), 52; Shaikh Saduq, *Min La Yahzrah al-Faqeeh*, Vol. 3 (Qom, Islamic publications book, 1413 AH), 156.

محمد بن یعقوب، کلینی، *الکافی*، ج 5(تہران، دارالکتب الاسلامیہ، 1407ھ)،52؛ شیخ صدوق، *من لا یحضرہ الفقیہ*، ج3 (قم، دفتر انتشارات اسلامی، 1413ھ)،156۔

22. Syed Razi, Sharif, *Nahj al-Balagha*, Tarjma: Zeeshan Haider Javadi (Karachi, Mahfouz Book Agency, 1999), Maktoob 47.

سید رضی، شریف، *نہج البلاغہ*، ترجمہ: ذیشان حیدر جوادی (کراچی، محفوظ بک ایجنسی، 1999ء)، مکتوب47۔

23. Ibid, Hikmat 163.

ایضاً، حکمت163۔

24. Rai Shahri, *Mizan al-Hikama*, Vol. 2 (Qum, Dar al-Hadith, 1385 SH), Hadith no. 1385.

ری شہری، *میزان الحکمۃ*، ج 2، (قم، دارالحدیث، 1386ش)، رقم الحدیث1385۔

25. Muhammad bin Zain al-Din, Ibn Abi Jamhur, *Awali al-La'ali al-Aziziyah fi al-Hadith al-Diniyah*, vol. 4 (Qom, Sayyid al-Shuhada' Foundation, 1403), 39.

محمد بن زین الدین، ابن ابی جمہور، *عوالی اللئالی العزیزیہ فی الاحادیث الدینیہ*، ج4 (قم، موسسہ سید الشہداء، 1403ھ)،39۔

26. Abu al-Fath, Amadi, *Gharar al-Hakam*, Vol. 1 (Qum, Dar al-Kitab Islami, 1410 AH), Hadith no. 8087.

ابوالفتح، آمدی، غرر الحکم، ج1 (قم، دارالکتاب اسلامی، 1410ق)، رقم الحدیث 8087۔

27. Ibid, Hadith no. 8095.

ایضاً، رقم الحدیث 8095۔

28. Abbas, Pasandida, *Rezayat az Zindgi*, Vol. 1 (Qum, Dar al-Hadith, 1392 SH), 159.

عباس، پسندیدہ، رضایت از زندگی، ج1 (قم، دار الحدیث، 1392ش)، 159۔

29. Abul Fatah, Amadi, *Gharr al-Hakam*, Vol. 1 (Qum, Dar ul Kitab Islami, 1410 AH), 344.

ابوالفتح، آمدی، غرر الحکم، ج1 (قم، دارالکتاب اسلامی، 1410ق)، 344۔

30. Ibid, 227.

ایضاً، 227۔

31. Ibid, 544.

ایضاً، 544۔

32. Rai Shahri, *Mizan al-Hikama*, 5.

ری شہری، میزان الحکمۃ، 5۔

33. Muhammad bin Hassan, Sheikh Tusi, *Al-Mali*, Vol. 1 (Qum, Dar al-Thasaqafa, 1414 AH), 666, Hadith no. 298055.

محمد بن حسن، شیخ طوسی، الامالی، ج1 (قم، دارالثقافہ، 1414ق)، 666، رقم الحدیث 298055۔

34 . Muhammad Hussain, Elahi zadeha, *Darsnama Tarbiat Ektasdi* (Mashad, Tadbar Dar Qur'an wa Sira, 1397 SH), 24.

محمد حسین، الٰہی زادہ، درس نامہ تربیت اقتصادی (مشہد، تدبر در قرآن وسیرہ، 1397ش)، 24۔

35. Qaraiti, *Semai Ekhtasad dar Qur'an wa Rawayaat*, 22.

قرائتی، سیمای اقتصاد در قرآن وروایات، 22۔

36. Ibid, 70, 71.

ایضاً، 70، 71۔

37. Erwani, Jawad, "Ikhlaaq Ektasadi az Dedga Qur'an wa Hadith", Issue # 14 (1383 SH), 104.

ایروانی، جواد، "اخلاق اقتصادی از دیدگاہ قرآن وحدیث"، شمارہ 14، (1383ش)، 104۔

38. Abdullah bn Jafar, Hamiri, *Qarb al-Asnad* (Qom, Mussa Al-Al-Bayat Lahiyya al-Tarath, 1413 AH), 115.

عبداللہ ابن جعفر، حمیری، قرب الاسناد (قم، موسسہ آل البیت لاحیاً التراث، 1413ق)، 115۔

39. Muhammad bn Yaqoob, Kalini, *al-Kafi*, Vol. 5, Kitab al-Ma'ishaha (Tehran, Dar-ul Kotub al- Islamiayah, 1407 AH), 86.

محمد بن یعقوب، کلینی، *کافی*، ج5، *کتاب المعیشۃ*، بَابُ مَا یَجِبُ مِنَ الاِقْتِدَاءِ بِالْأَئِمَّةِ ع فِي التَّعَرُّضِ لِلرِّزْق، (*تہران*، دار الکتب الاسلامیہ، 1407ق)، 86۔

40. Hassan bn Ali, Ibn Shuba Harrani, *Tufh al-Aqool*, Vol. 2, p.267.

حسن ابن علی، ابن شعبہ حرّانی، *تحف العقول*، ج2، 267۔

41. Muhammad Hussain Saeed, Razi, Ghulam Abbas, "Ahdaaf Ejtamai Tarbiat Ektasadi dar-Qur'an", Qur'an wa Elam, Vol. 16, Issue # 31, (Qom, Al-Mustafa International University, 1401 AH), 207.

محمد حسین صاعد، رازی، غلام عباس، "اہداف اجتماعی تربیت اقتصادی در قرآن" *قرآن و علم*، جلد 16، شمارہ 31 (قم، جامعہ المصطفیٰ العالمیہ، 1401ش)، 207۔

42. Sanhati Fatimah, Mousa zadeha, Zahra, Tabi'in al-Musafah Ha Tarbiat Ektasadi bar Hamoza Ha'i Islami (Pardis, Imam Sadiq University, 1396 SH), 73-97.

صنعتی، فاطمہ، موسیٰ زادہ، زہرہ، *تبیین مؤلفہ ھای تربیت اقتصادی بر اساس آموزہ ھای اسلامی*، (پردیس، دانشگاہ امام صادق، 1396ش)، 73-97۔

43. Syed Muhammad Raza, Mosavi Nasab, "Tarbiat Ektsadi dar Hoza Masrf (Asool wa Rahberdah)" , Magazine "Marfat" Vol. 29, Issue. 7, (Qom, Mosasa-e Pazuhashi-e Imam Khomeni, 1399 SH), 87-94.

سید محمد رضا، موسوی نسب، "تربیت اقتصادی در حوزہ مصرف (اھداف، اصول و راھبردھا)"، مجلّہ "معرفت" جلد 29، شمارہ 7، (قم، موسسہ پژوہشی امام خمینی، 1399)، 87-94۔

44. Ahmad bn Muhammad bn Khalid, Barqi, *Al-Mahasan*, Vol. 1, Chap. II (Qum, Dar al-Kitab al-Islamiyah, 1371 SH), 227.

احمد بن محمد بن خالد، برقی، *المحاسن*، ج1، چاپ دوم (قم، دار الکتب الاِسلامیۃ، 1371ق)، 227۔

45. Mohsin, Qaraiti, *Tafseer Noor*, Vol. 7 (Tehran, Mowsa Farhangi dar Sahi az Qur'an, 1397 SH), 95.

محسن، قرایتی، *تفسیر نور*، ج7 (تہران، موسسہ فرہنگی در سہایی از قرآن، 1397ش)، 95۔

46. Elahi Zadeha, *Darsnama Tarbiat Ektasdi*, 55.

الٰہی زادہ، *درس نامہ تربیت اقتصادی*، 55۔

47. Nasir Makarim, Shirazi, *Tafseer Namona*, vol. 16 (Tehran, Dar-ul kutab Islamiya, 1387 SH), 172.

ناصر مکارم، شیرازی، *تفسیر نمونہ*، ج16 (تہران، دار لکتب اسلامیہ، 1387ش)، 172۔

48. Allama Muhammad Iqbal, *Bal Jibreel* (Lahore, Kapur Art Printing Works, 1935), 72.

علامہ محمد اقبالؒ، *بال جبریل* (لاہور، کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس، 1935)، 72۔

49. Muhammad Hussain, Tababai, *Tarjma Tafsir al-Mizan*, Vol. 16 (Qum, Dafter Antasharat Islami, 1384 SH), 119.

محمد حسین، طباطبائی، ترجمہ *تفسیر المیزان*، ج16 (قم، دفتر انتشارات اسلامی، 1384ش)، 119۔

قرآن میں معاشی تربیت کے خاص مبانی

Special Fundamentals of Economic Education in Quran

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Dr. Ghulam Abbas
Faculty of Quran and Educational Science, Al Mustafa International University, Qom, Iran.
E-mail:ghulamabbas.kash@gmail.com

Abstract:

Surely, economics has been a basic human problem. But its root cause is ignorance of divine teachings in this regard. The Those who do not follow the divine teachings in their economic life, suffer from economic problems and also make the society suffer. That is why a man always needes economic education and the Qur'an and Sunnah have given us ample guidance in this regard.

The Holy Quran has built the system of economic education and training of man on specific fundamentals. The goal of this research is to extract these fundamentals of economic education from the infallible source i.e. the Qur'an so that academicians can devise a system of economic education and training based on these foundations that will guide governments, experts, and every member of the society to the path of Islam. They can adjust their economic life accordingly.

This paper contains the extraction of these fundamentals from the Quranic verses and their detailed description. The method of the essayist is investigative, in which the topic under discussion is not taken from the Qur'an itself, but from human society and then guidance is sought from the Qur'an. The research findings are written in a descriptive-analytical style.

From the Qur'anic point of view, it is necessary to strive for material well-being and to achieve both individual and collective benefits, but there is a balance between this world and the hereafter, and the ultimate goal of man's struggle is the hereafter. According to the Qur'an, everyone's share in the world is the same as what he has worked for; but man should know that God's expediency is also driven in the breadth and narrowness of sustenance.

Similarly, although knowledge plays an important role in economic development, religious guidance is also necessary for economic development; Otherwise, instead of progress in the economic field, the door may open to destruction. In the present paper, the same facts have been introduced as the Quranic fundamentals of human economic education and training.

Key words: Economic Education, Special Fundamentals, Qur'an, System, Mankind.

خلاصہ

یقیناً معاشیات ایک بنیادی انسانی مسئلہ رہا ہے۔ لیکن اس کی بنیادی وجہ اس سلسلے میں آسمانی تعلیمات سے بے خبری ہے۔ جو لوگ معیشت میں خدائی تعلیمات پر عمل نہیں کرتے وہ نہ صرف اپنے لیے بلکہ اپنے معاشرے کے لیے بھی معاشی مسائل پیدا کرتے ہیں۔ درحقیقت، انسان کو ہمیشہ معاشی تعلیم کی ضرورت رہی ہے اور اس سلسلے میں قرآن وسنت نے ہماری کافی رہنمائی کی ہے۔

قرآن کریم نے انسان کی معاشی تربیت کا نظام مخصوص مبانی پر استوار کیا ہے اور یہ مبانی بیان کیے ہیں۔ اس تحقیق کا ہدف خطاناپذیر منبع یعنی قرآن سے انسان کی معاشی تربیت کے مبانی کا استخراج ہے تاکہ ماہرینِ تعلیم ان بنیادوں پر معاشی تربیت کا ایک ایسا نظام وضع کر سکیں جس سے حکومتیں، ماہرین، بلکہ معاشرے کا ہر فرد اسلام کے بتائے ہوئے راستے کے مطابق اپنی معاشی زندگی سنوار سکے۔

اس مقالہ میں قرآنی آیات سے اِن مبانی کا استخراج اور ان کا تفصیلی بیان شامل ہے۔ مقالہ نگار کی روش استنطاقی ہے جس میں زیرِ بحث موضوع خود قرآن سے نہیں، بلکہ انسانی سماج سے لیا گیا ہے اور پھر اِس پر قرآن

سے رہنمائی طلب کی گئی ہے۔ ماحاصلِ تحقیق کو توصیفی۔ تحلیلی اسلوب میں تحریر کیا گیا ہے۔
قرآنی نقطہ نظر سے مادی فلاح کی تمنا اور انفرادی اور اجتماعی دونوں طرح کی منفعت کے حصول کے لیے کوشش کرنا ضروری ہے، لیکن دنیا و آخرت میں ایک اعتدال قائم ہے اور انسان کی تگ و دَو کا آخری ہدف آخرت ہے۔ قرآن کے مطابق دنیا میں ہر شخص کا حصہ وہی ہے جتنی اس نے محنت کی ہے؛ لیکن انسان کو معلوم ہونا چاہیے کہ خدائی مصلحت بھی رزق کی وسعت اور تنگی میں کارفرما ہے۔ اسی طرح اگرچہ معاشی ترقی میں علم اہم کردار ادا کرتا ہے لیکن معاشی طور پر ترقی پانے کے لیے مذہبی رہنمائی پر عمل بھی ضروری ہے؛ وگرنہ معاشی میدان میں ترقی کی بجائے، تباہی کا دروازہ کھل سکتا ہے۔ پیشِ نظر مقالہ میں انہی حقائق کو انسان کی معاشی تربیت کے قرآنی مبانی کے طور پر متعارف کروایا گیا ہے۔
کلیدی کلمات: معاشی تربیت، خاص مبانی، قرآن، نظام، اقتصاد، انسان۔

تعارف

اگرچہ سب دانشمندوں نے انسان کی معاشی تربیت کو خاص اہمیت دی ہے، تاہم مسلمان دانشمندوں اور مغربی دانشمندوں میں "تربیت" کے مفہوم میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ دراصل، معاشی تربیت کے مفہوم اور روش میں اختلاف کی اصل وجہ، تربیت کے مبانی میں اختلاف ہے۔ بدقسمتی سے اب تک کوئی ایسی جامع تحقیق پیش نہیں کی گئی جس میں علمی انداز میں انسان کی معاشی تربیت کے لیے قرآنی مبانی Fundamentels اخذ کیے گئے ہوں۔ واضح ہے جب تک انسان کی معاشی تربیت کے مبانی واضح نہیں ہوں گے، تب تک اس کی معاشی تربیت کے اہداف، اصول اور روش واضح نہیں ہو گی۔ لہٰذا انسان کی معاشی تربیت کے قرآنی مبانی کو علمی انداز میں بیان کرنا اشد ضروری ہے۔ پیشِ نظر تحقیقی مقالہ کی غرض و غایت انہی مبانی کو اخذ و بیان کرنا ہے۔
اس تحقیق کے مطابق انسان کی معاشی تربیت کے مبانی دو طرح کے ہیں، <u>ایک مبانی عام</u>: وہ مبانی جو تربیت کے تمام ابعاد میں زیر بحث لائے جاتے ہیں، جیسے انسان کی شناخت، ہستی کی شناخت۔۔ وغیرہ جن پر بہت سے دانشمندوں نے عقل، نقل اور تجربہ کی روشنی میں سیر حاصل بحث کی ہے۔ البتہ اردو کی نسبت فارسی زبان میں زیادہ مطالب نقل ہوئے ہیں۔ <u>دوسرے خاص مبانی ہیں</u>: وہ مبانی جو فقط خاص تربیتی جہت سے زیر بحث لائے جاتے ہیں۔ جیسے دنیا کا آخرت کے لیے وسیلہ ہونا، وسعت اور تنگی رزق میں خدا کی مصلحت کا ہونا وغیرہ۔ اس تحقیق میں کوشش کی جائے گی کہ قرآن سے وہ مبانی استخراج کیے جائیں گئے جو معاشی تربیت سے خاص ہیں۔

مفہوم شناسی

1. تربیت

تربیت کے مادہ (ر۔ب۔ی یا ر۔ب۔ب) کے بارے میں اہل لغت کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ ہر دو صورتوں میں، اس میں زیادتی اور افزائش کا معنی پوشیدہ ہے۔ اصطلاح میں تربیت سے مراد: "انسان کو کمال اور مطلوبہ سعادت تک پہچانے کے لیے، اس کی تمام استعدادوں اور صلاحیتوں کی پرورش اور نشو ونما کے لیے میدان فراہم کرنے کا نام تربیت ہے۔"[1]

تعلیم کا لفظ پرورش، کسی کو آداب واخلاق سکھانے، بالغ ہونے تک بچے کی تربیت اور پرورش کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اور تعلیم وتربیت کا مجموعہ بھی سیکھانے اور پرورش کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔[2] انگلش میں اس کے لیے Education کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اور اس کا مطلب ہے کہ کس طرح سکھایا جائے، سکھانے اور سیکھنے کا عمل، خاص طور پر اسکولوں، کالجوں یا یونیورسٹیوں میں، تاکہ علم کو بہتر بنایا جاسکے اور مہارتوں کو فروغ دیا جاسکے۔[3] اردو میں بھی اس کے لیے تعلیم کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اس تعلیم سے مراد تعلیم اور تربیت دونوں ہوتے ہیں۔

2. معاشی تربیت

معاش کے لیے عربی اور فارسی میں اقتصاد کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ اقتصاد لغت میں "القَصد" کے ریشہ سے ہے، اس سے مراد سیدھا راستہ، معتدل راستہ اور کسی چیز میں افراط نہ کرنا۔ اسراف اور تنگی کے درمیان رہنا اور زندگی گزارنے کا مقصد نہ اسراف کرنا ہے اور نہ ہی محروم ہونا ہے۔[4] قرآن میں بھی لفظ اقتصاد اسی معنی میں استعمال ہوا ہے: فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ (32:35) ترجمہ: "پس بعض ان میں سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں، اور بعض ان میں سے میانہ رو ہیں۔"

معاشی تربیت کے معنی ہیں "افراد اور گروہوں کے درمیان، تجارت کی بنیاد پر قائم ہونے والے معاشی تعلقات جو ملکیت پر مبنی ہوتے ہیں۔ جن میں خرید وفروخت، اجارہ، مصالحت، عطیہ، وقف، انشورنس، بینکنگ لین دین اور افراد اور مختلف نجی، کوآپریٹو اور سرکاری تنظیموں کے درمیان ہر قسم کے مالی اور اقتصادی معاہدے تعلقات میں شامل ہیں۔ ان تعلقات اور ان سے متعلقہ ضوابط کی تعلیم کا مقصد معاشی سرگرمیوں میں حصہ لینے اور ٹیکس ادا کرنے کے رجحان کو تقویت دینا ہے جس میں تعلیم کے معاشی میدان سے متعلق معاملات بھی شامل ہیں۔[5]

مغربی دانش مندوں کے ہاں معاشی تربیت کا مفہوم

وہ تمام ہنر اور صلاحیتیں ہیں جو معاشی تعلیم کے علم پر مرکوز ہیں اور اس میں تعلیمی مواد، تدریسی طریقے، ان طریقوں کا جائزہ، اور عام طور پر، معاشی معلومات شامل ہیں جن پر اساتذہ کی طرف سے پرائمری سے لے کر ہائی اسکول کے اختتام تک غور کیا جاتا ہے کہ طلاب ان معلومات کو حاصل کریں۔[6]

دینی منابع میں معاشی تربیت کا مفہوم

استاد، شاگرد (متربی) میں ایسی صلاحیت پیدا کرے کہ وہ اپنی معاشی صلاحیتوں کو پہچانتے ہوئے اسے بہترین طریقے سے پروان چڑھاسکے اور اعتدال کو اپناتے ہوئے موجودہ وسائل کو ممکن اور قابل رسائی طریقے سے استعمال کرے اور وہ تولید، خرچ کرنے میں شرعی قوانین کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنی ساری معاشی سرگرمیوں کو خدا کے قرب اور رضائے الٰہی میں انجام دے۔[7] دینی منابع میں آسان الفاظ میں معاشی تربیت استاد (مربی) اور شاگرد (متربی)کے درمیان اس رابطہ کا نام ہے جس کے تحت استاد، شاگرد کی معاشی صلاحیتوں اور استعداد کو اس طرح سے نکھارے کہ شاگرد اپنی کسب، خرچ اور اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے میں خدا کے قرب کو تلاش کرے۔

انسان کی معاشی تربیت کی ضرورت

ہر انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اس کی معاشیات ایک قابل توجہ مسئلہ ہے۔ جہاں تک معاشروں اور ممالک کا تعلق ہے تو اُن کے روابط میں بھی ایک اہم محور، اِن روابط کی معاشی افادیت ہے۔ قرآن کی رو سے انسان طبیعی طور پر ایسے خلق ہوا ہے کہ اگر اس کی روحی اور معنوی صفات کو عقل اور وحی سے تربیت نہ کیا جائے، اور خود کو معاشی طور پر طاقت ور پائے تو طغیان شروع کرتا ہے۔ جیسا کہ خدا وند فرماتا ہے: كَلَّا إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَىٰ O أَن رَّآهُ اسْتَغْنَىٰ O (7،6:96) ترجمہ: "ایسا نہیں ہے بے شک انسان طغیان کرتا ہے جب اپنے آپ کو غنی دیکھتا ہے۔"

اس کے برعکس اگر معاشی طور پر خود کو کمزور دیکھتا ہے تب بھی خدا سے ناراضگی کا اظہار کرتا ہے۔ خدا سے گلہ کرتا ہے کہ خدا نے اسے ذلیل کر دیا: وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ (16:89) ترجمہ: "لیکن جب اسے آزماتا ہے پھر اس پر اس کی روزی تنگ کرتا ہے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا۔" جو انسان، قرآنی مبانی پر معاشی تربیت پائے گا وہ خود کو مالی طور پر مستحکم کرنے کے ساتھ ساتھ، معاشرے کے ضعیف طبقے کو بھی مستحکم کرے گا۔ کیونکہ خدا کا حکم ہے: وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ (77:28) ترجمہ: "دنیا میں اپنا حصہ نہ بھولو! اور دوسروں پر ایسے احسان کرو، جیسے اللہ نے تمہارے اوپر احسان کیا ہے۔" قرآنی تعلیمات کی آغوش پرورش پانے والا شخص قرض دینے کو خسارہ نہیں سمجھے گا۔ چونکہ خدا فرماتا ہے: مَّن ذَا

الَّذِی يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً (245:02) ترجمہ: "ایسا کون شخص ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے پھر اللہ اس کو کئی گنا بڑھا کر دے۔" خود اگر مالی طور تو تب بھی مصلحت خدا پر راضی ہو گا، خود کو دوسرے انسانوں کے سامنے ذلیل نہیں کرے گا۔ چونکہ اس کا تصور یہی گا کہ رزق میں تنگی اور وسعت خدا کے ہاتھ میں ہے: وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (245:02) ترجمہ: "اور اللہ ہی تنگی کرتا ہے اور کشائش کرتا ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤگے۔"

خلاصہ یہ کہ اگر انسان کی قرآنی مبانی پر معاشی تربیت کر دی جائے تو ایسا انسان اپنی معاشی جدوجہد میں نہ افراط کرے گا اور نہ تفریط۔ لہٰذا تمام انسانوں کی معاشی تربیت کی اشد ضرورت ہے، تاکہ معاشرے میں کسی کا استحصال نہ ہو اور ہی طغیان اور سرکشی ہو۔ معاشی تربیت کا بنیادی ہدف یہ ہے کہ معاشرے کا ہر فرد، خود کو مالی طور پر مضبوط کرنے کے ساتھ دوسروں پر بھی توجہ دے، دوسروں پر ایسے احسان کرے جیسے خدا نے اس پر کیا ہے۔

3. مبانی

عربی میں "مبانی" کے لفظ کا ریشہ (ب ـ ن ـ ی) ہے جس کا مطلب ہے کہ ایک شئے کے اجزاء اور مواد کو دوسری شئے سے جوڑنا، تاکہ ایک خاص ڈھانچہ بنایا جائے۔[8] جب ہم کسی تعلیمی، تربیتی نظام کے مبانی پر بات کرتے ہیں تو اس سے مراد وہ بنیادی حقائق ہوتے ہیں جو یا تو اتنے واضح اور مسلم ہوں کہ اُن پر کسی استدلال کی ضرورت نہ ہو یا یہ دوسرے علوم سے اہداف، اصول، دائرہ کار، مراحل، عوامل، موانع و اسلامی روشوں کو معین کرنے کے لیے قرض لیے گئے ہوں۔[9] انگلش میں اس کے لیے دقیق لفظ Fundamental استعمال ہوتا ہے۔ جس کا مطلب اساس، بنیاد اور پایہ ہے۔[10]

قرآن میں بھی بنی و بناء وبنیان و بنیۃ و بنایۃ، یہ سب مصادر ہیں اور اسی ایک معنی میں استعمال ہوئے ہیں: أَأَنتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءُ بَنَاهَا (27:79) ترجمہ: "کیا تمہارا بنانا بڑی بات ہے یا آسمان کا جس کو ہم نے بنایا ہے۔" اسی طرح ایک اور آیت میں ارشاد ہوا ہے: أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَى تَقْوَى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَم مَّنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ (109:9) ترجمہ: "بھلا جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ سے ڈرنے اور اس کی رضامندی پر رکھی ہو وہ بہتر ہے یا جس نے اپنی عمارت کی بنیاد ایک کھائی کے کنارے پر رکھی جو گرنے والی ہے۔"

تربیت کے مبانی کے مفہوم کو مزید اجاگر کرنے میں درج ذیل چند نکات پر توجہ مفید ہے:

1. مبانی، منابع سے مختلف ہیں، تربیت کے منابع وہ ماخذ ہیں، جن سے تربیت سے متعلق مطالب اخذ کیے جاتے

ہیں، لیکن مبانی تربیت، اساس اور بنیاد اور ثابت شدہ مطالب ہیں جن کی بنیاد پر تربیتی نظام کھڑا ہے۔ منابع اور مبانی کے درمیان عام اور خاص کی نسبت پائی جاتی ہے، منابع عام ہیں، ور مبانی بھی مختلف فلسفی، علمی، دینی منابعوں سے لیے جاتے ہیں۔

2. اصول ارور وشیں مبانی کی بنیاد پر بنتی ہیں،۔
3. مبانی، علم تربیت سے باہر ہیں، اور دوسرے علوم (فلسفہ، عقل اور دین) سے لیے جاتے ہیں۔
4. مبانی، نظریات ہوتے ہیں، عمل نہیں ہوتا۔
5. ہر مکتب کا ضعف اور قوت اس کے مبانی سے روشن ہوتا ہے۔
6. تعلیم و تربیت میں مبانی اور اصول میں فرق ہے۔ مبانی، جملات خبری اور بدیہی ہیں، جو دوسرے علوم میں ثابت ہو چکے ہیں، جبکہ اصول وہ کلی قوانین ہیں ، جو انشاء کی صورت میں بیان ہوتے ہیں۔ جن کو علوم تربیت کے منابعوں سے اخذ کیا گیا ہے، جن کی رعایت کرنا ضروری ہے۔ جیسے مثلا خدا رازق ہے، اب یہ جملہ کوئی قانون نہیں ہے، بلکہ انسان کے نظریات اور عقائد سے مربوط ہے، جبکہ اس جملہ کو ملاحظہ کریں، ضروری ہے کہ تمام تربیتی ابعاد پر توجہ دی جائے، یہ جملہ خبری نہیں ہے بلکہ انشائی ہے، یہاں نظریاتی گفتگو نہیں ہے بلکہ ایک تربیتی قانون بیان کیا گیا ہے، کہ تربیت کرتے وقت انسان کے تمام بدنی اور روحی ضرورتوں کو مد نظر رکھا جائے۔

معاشی تربیت کے حوالے سے مغربی اور مسلمان دانشمندوں کا بنیادی اختلاف

مذکورہ بالا مفردات اور اُن کے مفاہیم واضح کرنے بعد انسان کی معاشی تعلیم و تربیت کے حوالے سے مغرب کے دانشمندوں اور اسلام کے پیروکاروں کا باہمی فرق واضح ہو جاتا ہے۔ اس حوالے سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ مغربی مفکرین کے ہاں معاشی تربیت سے مراد، انسان کو معاشیات کی تعلیم دینا ہے۔ لیکن اسلامی تعلیمات کی روشنی میں معاشی تربیت سے مراد، انسان کے اندر یہ صلاحیت پیدا کرنا ہے کہ انسان اپنی کسب، خرچ اور اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے میں، اللہ کے حکم کے تابع ہو۔ مفہوم کے اختلاف کے علاوہ، جب ہم دین اسلام کی رو سے تحقیق کرتے ہیں تو یہ تحقیق نقلی ہوتی ہے، تجربہ کو تائید کے عنوان سے ذکر کرتے ہیں، تحقیق میں، مہم نقل ہوتی ہے۔ جب کہ مغربی تحقیقات میں روش تحقیق، تجربہ اور تجربے سے حاصل شدہ نتائج ہوتے ہیں۔ جو ایک بنیادی اختلاف ہے۔

دینی تعلیم و تربیتی نظام میں تربیت کا مفہوم خاص ہے جو مغرب میں اس کے مفہوم سے مختلف ہے۔ اسی طرح معاشی تربیت سے مراد۔ استاد (مترب) اور شاگرد کے درمیان اس عمل کا نام ہے جس کے تحت استاد، شاگرد کی معاشی صلاحیتوں اور استعداد کو اس طرح سے نکھارے کہ شاگرد اپنی کسب، خرچ اور نعمتوں سے فائدہ اٹھانے میں

خدا کے قرب کو تلاش کرے۔ مبانی سے مراد تربیت کے وہ بنیادی ہیں جو مسلمہ ہوں۔

معاشی تربیت کے قرآنی مبانی

تعلیم اور تربیت کے تمام پہلوؤں میں، سب سے اہم بحث، تربیتی مبانی ہی کی بحث ہے۔ چونکہ تعلیم اور تربیت کا سارا مواد ان پر استوار ہوتا ہے۔ ہر مکتب کی کمزوری اور طاقت کا پتہ اس کے مبانی سے چلتا ہے۔ مبانی، شاگرد کو اپنے اختیار سے اہداف کی طرف بڑھنے پر مجبور کرتے ہیں۔ اگر مبانی کمزور ہوں تو شاگرد (متربی) کا اہداف کی طرف بڑھنے کا جذبہ کم ہو جائے گا۔ شاگرد کی اہداف کی طرف بڑھنے کی ترغیب مبانی کے ساتھ وابستہ ہے۔ انسان کی تربیت کے بنیادی مبانی پانچ ہیں جو مختلف کلامی کتابوں میں زیر بحث لائے گئے، جنہیں عمومی مبانی کہا جاسکتا ہے۔ یہ پانچ عبارت ہیں انسان شناختی، ہستی شناختی، ارزش شناختی، الہیات شناختی اور معرفت شناختی مبانی سے۔

اس تحقیق میں ان مبانی کو زیر بحث لایا جائے گا جو انسان کی معاشی تربیت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ انسان کی معاشی تربیت کے خاص مبانی، وہ ہیں جن کا تعلق انسان، ہستی اور ارزش اور الہیات کی شناخت اور معرفت کے دائرے سے خارج ہے، لیکن یہ معاشی تربیت کی اساس اور بنیاد ہیں۔ کلی نظریات سے جزئی موارد کو واضح اور روشن کرتے ہیں، ان مبانی کی شناخت کے بعد جزئیات میں جو شکوک و شبہات ہوتے ہیں وہ دور ہو جاتے ہیں، اور متربی کے وظیفہ کے تعین میں راہنمائی ملتی ہے۔ مثلاً مبانی عام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پوری مخلوق کو رزق دیتا ہے، اس میں کوئی شک نہیں۔ اب جزئی طور پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خدا انسان کو رزق کیسے دیتا ہے؟ آیا انسان محنت کرے یا نہ کرے اسے رزق مل کر رہے گا، یا اس رزق کے لیے بھی کوئی قانون موجود ہے؟

اس طرح کے سوالوں کا جواب مبانی میں پوشیدہ ہے، دنیا طلبی بری ہے یا اچھی، انسان کے کونسے اعمال رزق کی وسعت یا تنگی کا باعث بنتے ہیں؟ ان سب کا جواب معاشی تربیت کے اختصاصی مبانی میں چھپا ہے۔ موجودہ بحث کا مقصد قرآن سے ان افکار کو دریافت کرنا ہے جو معاشی تعلیم اور تربیت میں اثر انداز ہیں، تاکہ انسان اس دنیا سے اپنی آخرت کے لیے فائدہ اٹھاسکے۔ قرآن نے انسان کی معاشی تربیت کے لیے جو مبانی بیان کیے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

1. مادی فلاح و بہبود کی خواہش رکھنا

دنیا کی خواہش رکھنا انسان کی فطرت کا تقاضا ہے، لیکن اس خواہش کی تربیت کی ضرورت ہے۔ یعنی بالکل اس خواہش کو نابود کرنا بھی درست نہیں، اور صرف دنیا کے پیچھے لگ جانا بھی درست نہیں۔ قرآن کی بعض آیات کی رو سے دنیا طلبی بری چیز نہیں: وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَ جَنَّاتٍ مَّعْرُوشَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا أُكُلُهُ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُوا مِن ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ (6:141) ترجمہ: "اور

اسی نے وہ باغ پیدا کیے جو چھتوں پر چڑھائے جاتے ہیں اور جو نہیں چڑھائے جاتے اور کھجور کے درخت اور کھیتی جن کے پھل مختلف ہیں اور زیتون اور انار پیدا کیے جو ایک دوسرے سے مشابہ بھی ہیں اور جدا جدا بھی، ان کے پھل کھاؤ جب وہ پھل لائیں۔

ایک اور جگہ ارشاد فرماتا ہے: وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ O وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ (16:6 ,5) ترجمہ: "اور تمہارے واسطے چار پایوں کو بھی اسی نے پیدا کیا، ان میں تمہارے لیے چارے کا بھی سامان ہے اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور ان میں سے کھاتے بھی ہو۔ اور تمہاے لیے ان میں زینت بھی ہے جب شام کو چرا کر لاتے ہو اور جب چرانے لے جاتے ہو"۔

اس آیت میں خدا نے تین نعمتوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ **ایک دفء** جس کا مطلب ہے، ان کے اون اور جلد سے ہر چیز کے ڈھانپنے والی چیز، جیسے کپڑے، بوٹ، جوتے اور خیمہ وغیرہ، دوسری نعمت **منافع** ان کو بیچنے وغیرہ سے ہر قسم کا منافع بھی حاصل کیا جاسکتا ہے، تیسرا وَ مِنْها تَأْكُلُونَ ان سے گوشت کا فائدہ بھی لیا جاتا ہے۔ بعد والی آیت میں جمال کی تعبیر ایک ظاہری اور رسمی مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ معاشرے کی گہرائیوں میں ایک حقیقت کا اظہار کرتی ہے اور اس حقیقت کی نشاندہی کرتی ہے کہ ایسا معاشرہ خود کفیل ہے۔ جس میں فقیر اور غنی دونوں اشیاء پیدا کرتے ہیں، دونوں مصرف کرتے ہیں، جمال واقعی یہ ہے کہ معاشرہ خود کفیل ہو، کسی سے وابستہ نہ ہو۔[11]

خداوند ایسے افراد کی مذمت کرتا ہے جنہوں نے اپنے اوپر دنیا کی زینتوں کو حرام کیا: قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّٰهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ (32:7) ترجمہ: "کہو! کس نے اللہ کی ان زینتوں کو حرام قرار دیا ہے جنہیں اللہ نے اپنے بندوں کے لیے نکالا ہے، اور رزق میں سے پاکیزہ ہیں۔" یہاں استفہام انکاری ہے۔ یعنی کسی نے بھی حرام نہیں کی ہیں۔ خداوند تاکید کر رہا ہے کہ جن نعمتوں کو اللہ نے حلال قرار دیا ہے اور پاکیزہ ہیں کسی کو حق حاصل نہیں کہ انہیں حرام قرار دے، یہ چیز قرب الٰہی کا باعث نہیں بنتی بلکہ خدا سے دور کرنے کا باعث بنتی ہے۔

ہمارے اماموں کی زندگی میں یہ ملتا ہے کہ وہ دنیا سے بہرہ مند ہوتے تھے، حضرت امام حسین علیہ لسلام نے عاشورہ کے دن کھال کا جبہ پہنا ہوا تھا، مسجد الحرام میں امام صادق علیہ السلام نے قیمتی کپڑا پہنا ہوا تھا، حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں ملتا ہے، (كان يلبس البسة الديباج مزررة بالذهب) انہوں نے سونے کے بٹن والے بروکیڈ کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ امام سجاد علیہ السلام کے بارے میں ملتا ہے کہ وہ بھی قیمتی لباس پہنتے تھے، امام باقر علیہ السلام نے بہت ہی فخر والا، شب زفاف میں زیب تن کیا۔

حضرت علی علیہ السلام کی اہل بصرہ والوں کے لیے یہ نصیحت ملتی ہے: شاركوا اهل الدنيا في دنياهم--- یعنی: "دنیا میں اہل دنیا کے ساتھ، شریک رہو، اس کے نتیجے میں ان کے ساتھ پاکیزہ رزق کھاؤ، پیو، جیسا وہ پہنتے

ہیں تم ان سے بہتر پہنو! جیسی رہائش انہوں نے رکھی ہے تم ان سے بہتر اپنے لیے انتخاب کرو، وہ جیسی عورتوں کا شادی کے لیے انتخاب کرتے ہیں تم ان سے بہتر کا انتخاب کرو، جیسی سواری انہوں نے انتخاب کی ہے تم ان سے بہتر کا انتخاب کرو، دنیا والوں کے ساتھ دنیا کی لذتوں تک بھی پہنچو"۔[12]

قرآن خود ہمیں سیکھاتا ہے کہ خدا سے ایسے دعا مانگیں: وِمِنْهُم مَّن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (201:2) ترجمہ: "اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں نیکی اور آخرت میں بھی نیکی دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا"۔اس آیت میں کلمہ " حَسَنَةً چونکہ نکرہ کی صورت میں آیا ہے، اس لیے ہر قسم کی خیر اس میں شامل ہے اور نیکی سے مخصوص نہیں ہے۔ سورہ قصص کی 77 نمبر آیت کی تفسیر میں آیت اللہ مکارم لکھتے ہیں کہ بعض کج فہموں کی رائے کے برخلاف، مال کوئی بری چیز نہیں ہے، یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اموال کا استعمال کس راستے میں ہوا ہے۔[13]

قرآنی تعلیمات کے مطابق دنیا طلبی خود مطلوب ہے، اہل ایمان میں دنیا کی خواہش رکھنا عیب اور نقص نہیں ہے، بلکہ دنیا مومنین کے لیے ہی بنائی گئی ہے، کفار، مومنین کی وجہ سے دنیا سے بہرہ مند ہوتے ہیں: قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُواْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ (32:7) یعنی: "کہہ دو دنیا کی زندگی میں یہ نعمتیں اصل میں ایمان والوں کے لیے ہیں قیامت کے دن خالص انہیں کے لیے ہو جائیں گی۔" ایک اور آیت میں ارشاد ہے کہ آخرت میں مومن اور کافر دنیا کی طرح نعمتوں میں شریک نہیں ہوں گے: وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ (59:36) یعنی: "(کہا جائے گا) آج الگ ہو جاؤ اے مجرمو!"۔

لٰہذا ہم یہ نتیجہ لے سکتے ہیں کہ دنیا کی خواہش رکھنا قابل تحسین ہے مگر ایسی دنیا جو آخرت کے لیے مقدمہ ہو، اور آخرت کے مقابلے میں نہ ہو۔

2. دین اسلام میں اعتدال کا وجود

دین اسلام میں نہ افراط ہے نہ تفریط۔ جس طرح دین اسلام آخرت کی طلب پر زور دیتا ہے اسی طرح دنیا طلبی پر بھی زور دیتا ہے۔ دین اسلام میں روح کو اصل قرار دیا گیا ہے لیکن ساتھ ساتھ انسان کی مادی ضروریات کی طرف بھی بھرپور توجہ دی گئی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُواْ شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (143:2) یعنی: "اور اسی طرح ہم نے تمہیں درمیانی امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو"۔ اس آیت میں كَذَلِكَ— اسی طرح۔ ایک چیز کی دوسری چیز سے تشبیہ کے لیے استعمال ہوتا ہے: جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا میں کلمہ (وسط) کا مطلب دو چیزوں کے درمیان قرار پانا ہے۔ یعنی درمیانہ؛ نہ دنیا

پرست ہوں اور نہ دنیا کو چھوڑنے والے۔

دوسرے ادیان میں جیسے اہل کتاب اور مشرکین ہیں، نے صرف اور صرف مادی دنیا کا انتخاب کیا اور اپنی روحی پرورش کے لیے تھوڑی سے بھی توجہ نہیں کی، بعض ادیان جیسے نصاریٰ ہیں، جنہوں نے صرف اور صرف اپنی روح کی تقویت کی طرف مکمل توجہ کی اور اپنی دنیا کے لیے تھوڑی سی توجہ بھی نہیں کی، ان کی دعوت دنیا کو ترک کرنے اور رہبانیت کے علاوہ کچھ نہیں۔ ان کے نزدیک انسان کا کمال یہی ہے کہ وہ دنیا کو مکمل طور پر چھوڑ دے۔[14]

اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو ایک متوسط قوم بنایا، یعنی ان کے لیے ایسا دین قرار دیا، جو درمیانی راہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے، ایسا راستہ جس میں نہ افراط ہے نہ تفریط۔ اسلام نے ایسے راستہ کی طرف راہنمائی کی ہے کہ جس میں انسان کی بدنی ضروریات پر بھی توجہ دی گئی ہے اور روحانی ضروریات کی طرف بھی۔ انسان میں خدا نے دونوں جسمانی اور روحی کو فضیلتوں جمع کیا ہے اور انسان کا کمال بھی دونوں میں رکھا ہے، یعنی اگر انسان کمال اور مطلوبہ سعادت تک پہنچنا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ مادی اور معنوی دونوں جنبوں کو ساتھ لے کر چلے۔

3. دنیا، آخرت کا وسیلہ ہے

قرآن میں جہاں پر دنیا کی طلب اور دنیاوی لذتوں کی طرف ترغیب دی گئی ہے، وہاں اس بات پر بھی زور دیا گیا ہے کہ دنیا، آخرت کے لیے وسیلہ ہو۔ قرآن کی بعض آیات میں دنیا طلبی کی مذمت کی گئی ہے۔ جیسا کہ فرمایا: إِنَّ الَّذِينَ لاَ يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُواْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّواْ بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غَافِلُونَ (7:10) یعنی: "البتہ جو لوگ ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی پر خوش ہوئے اور اسی پر مطمئن ہو گئے اور جو لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں۔" مذکورہ آیت میں ان لوگوں کی ایک صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، وہ دنیا پر راضی ہیں اور اسی دنیا پر اطمینان رکھتے ہیں۔ یعنی ایسے لوگ جن کی آخرت کی طرف کوئی توجہ نہیں دنیا کو آخری ہدف کے طور پر حاصل کرتے ہیں۔ ان کی مذمت کی گئی ہے۔

اگر دقیق توجہ کی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ مطلق دنیا طلبی کی مذمت نہیں کی گئی بلکہ اس دنیا کی مذمت کی گئی ہے جو آخرت کے مقابلے میں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انفِرُواْ فِي سَبِيلِ اللّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الأَرْضِ أَرَضِيتُم بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الآخِرَةِ إِلاَّ قَلِيلٌ (38:9) یعنی: "اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا جب تمہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں کوچ کرو تو زمین پر گرے جاتے ہو، کیا تم آخرت کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے ہو، دنیا کی زندگی کا فائدہ تو آخرت کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہے"۔

سورہ قصص کی 77 میں آیت میں خدا نے اس حکم کو بڑے واضح انداز میں بیان کر دیا کہ دنیا طلبی اچھی ہے لیکن

اس دنیاکے ذریعہ آخرت کو طلب کیا جائے: وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللهُ إِلَيْكَ ترجمہ: اور جو کچھ تجھے اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر حاصل کر، اور اپنا حصہ دنیا میں سے نہ بھول۔ انسان کی معاشی تربیت کے لیے خدا نے بار بار فرمایا! کہ آخرت تمہارا ہدف ہونا چاہئے، دنیا نہیں۔ دنیا کی لذتیں ختم ہونے والی ہیں، آخرت کی نہیں"۔ نیز ارشاد ہوا: قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَى (4:77) ترجمہ: "کہہ دو کہ دنیا کا فائدہ تھوڑا ہے، اور آخرت پرہیزگاروں کے لیے بہتر ہے"۔

قرآن کی آیات کو سامنے رکھتے ہوئے ہم یہ نتیجہ لیتے ہیں کہ خداوند نے دنیا طلبی کی تشویق کی ہے، لیکن اس دنیا کی جو آخرت کے لیے وسیلہ ہو، دنیا، بعنوان دنیا، کی کوئی اہمیت نہیں، بلکہ ایسی دنیا کی مذمت ہے۔ قرآنی تعلیمات کے مطابق انسان، آخرت پر توجہ کرتے ہوئے دنیا سے بھی غفلت نہ کرے، دنیا کے لیے بھی تگ و دو کرے۔ دین اسلام نے جہاں دنیاوی اور مادی فوائد سے بہرہ مند ہونے کی تشویق کی ہے، ساتھ ساتھ یہ فکر بھی دی ہے کہ انسان کا آخری ہدف یہ مادی لذات اور دنیاوی فوائد نہیں ہونا چاہئے بلکہ انسان اس دنیا سے اپنی آخرت کے لیے فائدہ اٹھائے۔

4. سعی و کوشش کی معاش پر تاثیر

قرآنی آیات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی معاشی حیثیت اس کی کوششوں پر منحصر ہے۔ رزق میں تنگی اور وسعت، اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا انسان کی ذمہ داری صرف اللہ کی رحمت کا انتظار کرنا ہے یا انسان نے بھی اپنی معاشی زندگی کے لیے تدبیر اور کوشش بھی کرنی ہے؟ رزق کا ایک بڑا حصہ خدا نے انسان کی تلاش اور کوشش کے ساتھ جوڑا ہوا ہے، خداوند اس بارے میں فرماتا ہے! کہ تمہارا نصیب تمہاری کوشش سے جڑا ہوا ہے: وَلاَ تَتَمَنَّوْاْ مَا فَضَّلَ اللّهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُواْ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَاسْأَلُواْ اللّهَ مِن فَضْلِهِ (4:32) ترجمہ: "مردوں کو اپنی کمائی سے حصہ ہے، اور عورتوں کو اپنی کمائی سے حصہ ہے، اور اللہ سے اس کا فضل مانگو۔"

نیک اعمال کے لیے لفظ "کسب" اور برے اعمال کے لیے لفظ "اکتساب" استعمال کیا ہے۔ **کسب** ان اعمال کے لیے بولا جاتا ہے جو بلا تکلف اور فطرت کے مطابق انجام دیے جاتے ہیں جب کہ "اکتساب" ان اعمال کے لیے استعمال ہوتا ہے جو انسانی فطرت کے خلاف ہوں اور یہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ نیک اعمال انسانی فطرت کے مطابق ہیں اور برے اعمال ذاتی طور پر خلاف فطرت ہیں، ان دونوں تعبیروں کے اختلاف کے بارے میں راغب اصفہانی نے ایک اور بات کہی ہے اور وہ بھی قابل غور ہے۔ وہ یہ کہ **کسب** ان کاموں کے لیے مخصوص ہے جن کا

فائدہ فقط انسان کی اپنی ذات تک محدود نہیں ہوتا بلکہ دوسروں کو بھی پہنچتا ہے، ان اعمال خیر کی طرح جن کا نتیجہ صرف انجام دینے والے شخص کو نہیں پہنچتا بلکہ ممکن ہے کہ اس کے عزیز واقارب اور دوست احباب بھی اس میں شریک ہوں جب کہ **اکتساب** ان مواقع پر بولا جاتا ہے جہاں کام کا اثر صرف کرنے والے تک محدود ہوا اور گناہ میں ایسا ہوتا ہے (البتہ توجہ رہے کہ یہ مفہوم اس وقت لیا جاتا ہے جب "کسب"اور "اکتساب" کو ایک دوسرے کے مد مقابل استعمال کیا جائے۔)۔[15] تفسیر نمونہ میں لفظ اکتساب کی وضاحت اس طرح کی ہے۔ لفظ (اکتساب) کا لفظ اس فائدہ کے لیے استعمال ہوتا ہے، جسے انسان خود حاصل کرتا ہے۔ کسب کا مطلب اکتساب سے عام ہے۔ اختیاری کوشش ہو یا وہ کوشش جسے انسان طبیعی طریقوں سے حاصل کرے۔[16]

مذکورہ آیت میں خدا نے واضح طور پر یہ بیان کر دیا کہ ہر عورت اور مرد کا نصیب اور فائدہ وہی ہے جو اس نے کوشش کی ہے۔ ایک دوسری آیت میں خدا فرماتا ہے: وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ٥ وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ (53: 39،40) ترجمہ: "اور انسان کے لیے کچھ نہیں ہے مگر جس کی انسان نے کوشش کی ہے۔ اور یہ کہ اُس کی ہر کوشش عنقریب دکھادی جائے گی۔ (یعنی ظاہر کر دی جائے گی)" یہاں **سعی** سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنی سمجھ اور تدبیر کی بنیاد پر اٹھے اور اپنے قول و فعل اور ان کے علاوہ کسی بھی طریقے سے۔ اس لیے حرکت کرنا کوشش کا حصہ ہے اور سمجھ، مقصد اور ارادہ بھی اس کا حصہ ہے۔ اور انسان اپنی حقیقی تقدیر خود بناتا ہے اور اس کی کوششیں خواہ کتنی ہی چھوٹی ہو یا بڑی ہو اور وہ جہاں بھی کھڑا ہو اس کا نتیجہ لازماً اسے دنیا اور آخرت میں پہنچے گا۔[17]

انسان کے رزق سے متعلق تمام آیات کو سامنے رکھنے سے یہ نتیجہ لیا جاسکتا ہے کہ انسان کا رزق خدا کے ہاتھ میں ہے اور خدا انسان کی تلاش کوشش کے مطابق انسان کو رزق دیتا ہے، لیکن کبھی کبھار مصلحت کو مد نظر رکھتے ہوئے انسان کی تلاش سے ہٹ کر رزق میں تنگی اور گشائش بھی دیتا ہے۔

5. رزق کی وسعت اور تنگی میں خدا کی مصلحت کی کارفرمائی

اس پوری کائنات میں جو واقعات بھی پیش آتے ہیں، دین اسلام کے مطابق ان میں اللہ کی مصلحت اور حکمت پوشیدہ ہوتی ہے۔ اسی طرح اسلامی عقیدہ کے مطابق رزق میں تنگی اور وسعت ہمیشہ انسان کی اپنی تلاش سے مربوط نہیں ہوتی، بلکہ خدا وند بھی انسان کی تربیت کے لیے مصلحت کی خاطر رزق میں تنگی اور وسعت دیتا ہے۔ جیسا کہ خدا وند فرماتا ہے: اللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ (62:29) ترجمہ: "اللہ ہی اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے"۔

خداوند، رزق میں تنگی اور وسعت انسان کی مصلحت کو مدّ نظر رکھتے ہوئے کرتا ہے۔ جیسا کہ خداوند فرماتا ہے

کہ: وَلَوۡ بَسَطَ اللہُ الرِّزۡقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوۡا فِی الۡاَرۡضِ وَلٰکِن یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُ (27:42) ترجمہ "اور اگر اللہ اپنے بندوں کی روزی کشادہ کر دے تو زمین پر سرکشی کرنے لگیں لیکن وہ ایک اندازے سے اتارتا ہے جتنی چاہتا ہے۔" انسان چونکہ ان مصلحتوں سے آگاہ نہیں ہے جو خداوند نے انسان کے لیے مقدر کی ہے تو ممکن ہے تنگی رزق کو ناپسند کرے، اس لیے انسان کی تربیت کے لیے ضروری ہے کہ وہ یہ جانے کہ تنگی رزق یا وسعت رزق خود اس کی تربیت کے لیے ضروری ہے۔

انسان کے کمال مطلوب تک پہنچنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ خدا کی تقدیر پر راضی ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَعَسَىٰ أَن تَكۡرَهُواْ شَيۡـًٔا وَهُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّواْ شَيۡـًٔا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمۡ وَاللّهُ يَعۡلَمُ وَأَنتُمۡ لاَ تَعۡلَمُونَ (216:2) ترجمہ: "اور ممکن ہے تم کسی چیز کو ناگوار سمجھو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو، اور ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لیے مضر ہو، اور اللہ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔" یہاں عَسَیٰ کی تعبیر یہ بیان کرتی ہے کہ ہر مکروہ کام کا اچھا پہلو نہیں ہوتا، لیکن جو کچھ بھی خدا کی طرف سے آتا ہے، جیسے آفات، سختیاں، یا قانون سازی کے معاملات وہ بندے کی مصلحت اور صلاح کے مطابق ہیں۔[18]

حدیث قدسی میں ہے: انّ من عبادی من لایصلحه الا الغنٰی فان افقرته لافسده ذلك و ان من عبادی من لا یصلحه الا الفقر۔۔۔[19] ترجمہ: "بے شک میرا ایک بندہ ایسا ہے، جس کی اصلاح نہیں ہو سکتی سوائے اس کہ، کہ اسے غنی کروں۔ اگر اسے فقیر کروں تو وہ فساد کرے گا اور میرے بندوں میں سے ایک بندہ ایسا ہے جس کی اصلاح صرف غربت سے ہوتی ہے کیونکہ اگر میں اسے امیر بنا دوں تو وہ فساد کرے گا اس لیے جو میرے فیصلے پر راضی نہیں اور میری بھیجی مصیبت پر صبر نہیں کرتا، اسے چاہئے کہ میرے علاوہ اپنا رب تلاش کرے، اور میری زمین اور آسمان سے نکل جائے۔"

6. علم کا معاشی ترقی کا سبب ہونا

علم سے مراد مطلّقاً آگاہی، درک اور شناخت ہے۔ قرآن کے نقطہ نظر سے، علم، انسان کی معاشی زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے اور علم، معیشت کی ترقی کا سبب بنتا ہے۔ جب تک کہ کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ قرآن کہتا ہے کہ قارون نے علم کے باعث بہت زیادہ مال و دولت جمع کیا تھا۔ جب قارون سے کہا گیا کہ اس دنیا کے ذریعہ آخرت کو طلب کر اور دنیا سے بھی فائدہ اٹھا اور دوسروں پر ایسے احسان کر جیسے اللہ نے تجھ پر احسان کیا ہے۔ تو اس نے جواب میں کہا: قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلۡمٍ عِندِیٓ أَوَلَمۡ يَعۡلَمۡ أَنَّ اللهَ قَدۡ أَهۡلَكَ مِن قَبۡلِهِ مِنَ الۡقُرُونِ مَنۡ هُوَ أَشَدُّ مِنۡهُ قُوَّةً (78:28) ترجمہ: "کہا یہ تو مجھے ایک ہنر سے ملا ہے جو میرے پاس ہے۔ یہاں خدا نے انکار نہیں کیا کہ قارون نے مال اپنے

علم کی بدولت حاصل کیا بلکہ کہا! کہ قارون نے خدا کی طاقت کو بھلا دیا ہے۔"

ایک اور آیت میں ارشاد ہوا ہے: أَوَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللهَ قَدْ أَهْلَكَ مِن قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَأَكْثَرُ جَمْعًا وَلَا يُسْأَلُ عَن ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ (78:28) ترجمہ: "کیا اسے معلوم نہیں کہ اللہ نے اس سے پہلے بہت سی امتیں جو اس سے قوت میں بڑھ کر اور جمعیت میں زیادہ تھیں ہلاک کر ڈالی ہیں، اور گناہگاروں سے ان کے گناہوں کے بارے میں پوچھا نہیں جائے گا۔

قرآن نے یہ نہیں بتایا کہ قارون نے کس علم کی بدولت مال و ثروت کو کسب کیا تھا۔ لیکن اس مطلب کی تائید کی کہ قارون نے علم کی بدولت مال کسب کیا تھا۔ اس آیت کی تفسیر میں امام صادق (ع) سے روایت ہے کہ قارون کے پاس کیمسٹری کا ایک تہائی علم تھا۔[20] موسیٰ نے کیمسٹری کی سائنس یوشع بن نون، کالب بن یوفنا اور قارون کو سکھائی اور اس سائنس کا ایک تہائی حصہ سیکھا۔ ان میں سے ہر ایک کو علم کیمیا کا ایک حصہ سیکھایا، تینوں کے پاس کیمسٹری کا ناقص علم تھا، قارون نے یوشع اور کالب سے دھوکہ سے الگ الگ کرکے علم لیا اور اپنا علم مکمل کیا۔ جس کے ذریعہ سے بے انتہا ثروت کمائی۔[21]

اسی طرح قرآن میں حضرت یوسف (ع) کے قصہ میں جب حضرت یوسف (ع) نے بادشاہ سے کہا کہ مجھے خزانے کی چابی دو چونکہ میں اس کی خوب حفاظت کرنے والا اور جاننے والا ہوں۔ دو لفظوں حفیظ اور علیم کے ساتھ دو مطالب کی طرف اشارہ کیا۔ معاشی پیش رفت اور معاشی بحران کو کنٹرول کرنے کے لیے دو مہم چیزیں ہیں۔ ایک حفیظ ہونا، یعنی حفاظت کرنے ولا اور دوسرا علیم ہونا، علیم یہاں مطلق آگاہی اور شناخت کے معنی میں ہے: قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَآئِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ (55:12) ترجمہ: "کہا مجھے ملکی خزانوں پر مامور کر دو، بے شک میں خوب حفاظت کرنے والا جاننے والا ہوں"۔

حضرت یوسف (ع) کے قصہ میں دقت کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت یوسفؑ نے معجزانہ طور پر معاشی بحران کو کنٹرول نہیں کیا تھا بلکہ طبیعت کے اصولوں کے مطابق آئندہ آنے والے بحران سے نجات حاصل کی تھی۔ حضرت یوسفؑ یہ جانتے تھے کہ سات سال تک گندم کو طبیعی طریقوں سے بچایا جاسکتا ہے اور قحطی کے زمانے میں کونسی حکمت عملی کارساز ہے؟، اگر ان طبیعی اصولوں سے کوئی اور بھی شناخت رکھتا تو وہ بھی آنے والے معاشی بحران کو کنٹرول کر سکتا تھا۔

قارون اور حضرت یوسفؑ کے قصہ سے جو بات قطعی طور پر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ علم معاشی ترقی کا سبب ہے۔ علم کے ذریعے اموال کمائے جاسکتے ہیں اور علم کے ذریعہ معاشی بحرانوں کو کنٹرول بھی کیا جاسکتا ہے۔ لیکن ساتھ توجہ رہے کہ ان اموال کا مصرف اگر خدا کی مرضی کے بغیر ہے تو یہ دوسرا مسئلہ ہے۔ اموال کے مصرف

کرنے میں انسان مکمل آزاد نہیں ہے۔ معاشی تربیت کا ایک ہدف ہی یہی ہے کہ انسان اپنے اموال، اللہ کی مرضی کے مطابق صرف کرے۔ قرآنی مبنا کے مطابق علم اور آگاہی معاشی ترقی کا ذریعہ ہے۔

7. انسانی اعمال کی معاش پر تاثیر

قرآن کی متعدد آیات اس بات کو بیان کرتی ہیں کہ انسان کے اچھے اعمال انسان کی معاشی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ جیسا کہ خدا وند فرماتا ہے: وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ (105:21) ترجمہ: "اور البتہ تحقیق ہم نصیحت کے بعد زبور میں لکھ چکے ہیں کہ بے شک زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہی ہوں گے"۔

لفظ "زمین" جب مطلق کہا جائے تو یہ اس جہان کی زمین ہے۔ لفظ "ارث" کا مطلب ہے وہ چیز جو بغیر کسی لین دین کے منتقل ہو جائے۔[22] الذِّكْرِ سے مراد قرآن ہے یا تورات اس پر مختلف اقوال ذکر ہوئے ہیں، لیکن آیت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ تورات مراد ہے چونکہ زبور کے بعد جو کتاب نازل ہوئی وہ تورات ہے، قرآن زبور کے بعد نہیں بلکہ سب سے آخر میں نازل ہوا۔[23] صالحون کا ایک وسیع مفہوم ہے، جس میں ایمان اور توحید کے ساتھ دوسری تمام خوبیاں ذہن میں آتی ہیں، عمل اور تقویٰ کے لحاظ سے قابلیت، علم و آگاہی کے لحاظ سے قابلیت، قوت و صلاحیت کے لحاظ سے، امور کی تدبیر اور اجتماعی نظم کے حوالے سے قابلیت سب صالح عمل میں شامل ہیں۔[24] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر لوگ عمل صالح انجام دیں گئے تو اللہ زمین کی منفعت ان کے سپرد کرے گا، یعنی ایسے اسباب بنائے گا جس سے ان کی معاشی زندگی بہتر ہوتی جائے گی، اموال کی کثرت اور زیادتی ہو گی اور ان اموال کے یہ مالک ہوں گئے۔

اسی طرح انسان کے برے اعمال بھی انسان کی معاشی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں، جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (41:30) ترجمہ: "خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب سے فساد پھیل گیا ہے تاکہ اللہ انہیں ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے تاکہ وہ باز آ جائیں۔" یعنی اگرچہ آیت مطلق آئی ہے لیکن اس سے یہ مفہوم بھی لیا جا سکتا ہے کہ انسان پر جو بھی مصیبت آتی ہے وہ اس کے اپنے ہاتھوں کی کمائی کا نتیجہ ہوتا ہے، قرآن نے بعض نمونہ بھی ذکر کیے ہیں جیسے قارون کے عمل کی وجہ سے خدا نے اسے مال سمیت غرق کیا، یا دوسرے نمونہ جن میں خدا نے انسان کے وہ اعمال بھی ذکر کیے جن کی وجہ سے لوگوں کی معشیت تباہ ہوئی نتیجۃ یہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآنی تعلیمات کے مطابق انسان کے اعمال انسان کی معاشی زندگی پر اثر انداز ہیں۔

8. انفرادی اور اجتماعی دونوں منافع کی اہمیت

غرب میں انفرادی اور اجتماعی منافع کے حصول کے لیے دو نظریے پائے جاتے ہیں، بعض یہ سمجھتے ہیں کہ تمام معاشی مشکلات کا حل انفرادی ملکیت میں پوشیدہ ہے اور بعض یہ سمجھتے ہیں کہ شخصیت ملکیت تمام معاشی مسائل کی ماں ہے، اس کا حل اجتماعی ملکیت میں ہے۔ کمیونزم کے نزدیک فردی ملکیت کو ختم کرکے، تمام وسائل حکومت کو سونپ دینے میں، سرمایہ داری کو ختم کرکے تمام وسائل تولید کو قومیا لینے اور ثروت کی عادلانہ تقسیم کرنے سے اقتصادی مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں سرمایہ دارانہ نظام ہے۔

سرمایہ دارانہ ایسا نظام ہے جس میں سرمایہ بطور عاملِ پیدائش نجی شعبہ کے اختیار میں ہوتا ہے۔ یعنی دوسرے الفاظ میں کرنسی چھاپنے کا اختیار حکومت کی بجائے کسی پرائیوٹ بینک کے اختیار میں ہوتا ہے۔ اشتراکی نظام کے برعکس سرمایہ دارانہ نظام میں نجی شعبہ کی ترقی معکوس نہیں ہوتی بلکہ سرمایہ داروں کی ملکیت میں سرمایہ کا ارتکاز ہوتا ہے اور امیر امیر تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس میں منڈی آزاد ہوتی ہے اس لیے اسے آزاد منڈی کا نظام بھی کہا جاتا ہے۔

عام طور دین اسلام کا جو تصور عام افراد کے ذہن میں ہے وہ یہ ہے کہ انسان شخصی فائدے کے پیچھے نہ جائے بلکہ انسان اجتماعی فائدے کا ہی سوچے، یعنی فرد خود کو معاشرے پر قربان کرے۔ جب کہ قرآن نے انفرادی منافع میں بھی انسان کو آزادی دی ہے کہ وہ جتنا مرضی شخصی منافع کمائے اور ساتھ ایسے قوانین بھی وضع کیے ہیں جن سے اجتماع کو بھی فائدہ پہنچے گا: وَأَحَلَّ اللّٰہُ الْبَيْعَ (275:02) ترجمہ: "ہر قسم کی بیع اللہ نے حلال کی ہے۔" ہر شخص کو اللہ نے یہ حق دیا ہے کہ وہ ہر طرح کی بیع کرے۔

اسی طرح خدا نے حکم دیا ہے: أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا (96:05) ترجمہ: "تمہارے لیے دریا کا شکار کرنا اور اس کا کھانا حلال کیا گیا ہے تمہارے اور مسافروں کے فائدہ کے لیے، اور تم پر جنگل کا شکار کرنا حرام کیا گیا ہے جب تک کہ تم احرام میں ہو، اور اس اللہ سے ڈرو جس کی طرف جمع کیے جاؤگے۔" اور تجارت، صلح، ارث وجعالہ کو حلال کیا انسان کو ذاتی منافع کے حصول کے لیے پابند کیا کہ وہ دوسرے کے حق کو ضائع نہیں کر سکتا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَأْكُلُواْ أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلاَّ أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ (29:04) ترجمہ: "اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ آپس کی خوشی سے تجارت ہو، اور آپس میں کسی کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔"

اس آیت میں إِلاَّ أَن تَكُونَ تِجَارَةً ۔۔۔ میں "الّا" استثناء منقطع ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی معاملہ باطل نہ کریں، مگر یہ کہ معاملہ صحیح نہ ہو۔ بہت سے اموال ایسے ہیں، جو تجارت کے بغیر انسان کے ہاتھ لگتے ہیں، اور یہ انسان کا مال بن جاتا ہے اور اس کے لیے جائز ہے۔ جیسے کہ بخشش، امن و خوشحالی، جہیز، وراثت اور اس طرح کی

چیزیں مختص نہیں ہیں۔اسی طرح اللہ نے ملکیت شخصی کو قبول کیا ہے، لیکن انسان کو مکمل طور پر آزاد نہیں کیا، اسراف (اعراف 31 و مائدہ 90 و بقرہ 219)، تبذیر (اسراء 30) جیسے امور کی اجازت نہیں دی، شراب اور قمار (مائدہ 90) وغیرہ کے ذریعہ کسب کو ممنوع کر دیا۔ شخصی ملکیت کے ساتھ ساتھ خدا نے ایسے قوانین بنائے جن کے ذریعہ ملکیت اجتماعی بھی حفظ رہے۔ قوانین جیسے سائل اور محرومین کو حق دینا (ذاریات 19) زکات دینا (حج 41)، خمس (انفال 41)، صدقہ لینا (توبہ 104)، خدا کی راہ میں انفاق (بقرہ 295)، حج واجب انجام دینا (آل عمران 97)، مال کے ساتھ جہاد (صف 11)، یتیموں، مسکینوں، اسیروں کو کھانا کھلانا (انسان 7-8)۔

لہٰذا قرآنی اصولوں کے مطابق دین اسلام، ہر شخص کو شخصی منافع حاصل کرنے کا مکمل حق دیتا ہے، وہ جتنی ملکیت رکھنا چاہتا ہے، رکھ سکتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسے اپنے اوپر واجبات کو بھی ادا کرنا ہے، دوسروں کے حقوق کو بھی پورا کرنا چاہیے۔ دین اسلام نے اجتماعی ملکیت کو بھی مدّ نظر رکھا اور ایسے قوانین بنائے جس کے ساتھ انسان شخصی منافع کے ساتھ ساتھ اجتماعی منافع کا بھی لحاظ کیا گیا ہے۔ قرآن انفرادی اور اجتماعی ملکیت دونوں کو قبول کرتا ہے۔ بعض دفعہ مصلحت کو مدّ نظر رکھتے ہوئے، اجتماعی مفاد کو شخصی مفادات پر ترجیح دی جاتی ہے، فقہ اسلامی میں اجتماعی مفاد کو جہاں شخصی مفاد پر ترجیح دی جاتی ہے اس کے قوانین موجود ہیں۔

9. دینداری، معاشی ترقی کا راز

قرآن کے نقطہ نظر سے معاشی ترقی، دین کی اتباع میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اگر لوگ آسمان سے نازل ہونے والی کتابوں پر عمل کرتے تو ان کی روزی میں اضافہ ہوتا: وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُواْ التَّوْرَاةَ وَالإِنجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيهِم مِّن رَّبِّهِمْ لأَكَلُواْ مِن فَوْقِهِمْ وَمِن تَحْتِ أَرْجُلِهِم مِّنْهُمْ أُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ سَاءَ مَا يَعْمَلُونَ (66:05) ترجمہ: "اور اگر وہ تورات اور انجیل کو قائم رکھتے اور اس کو جو ان پر ان کے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے تو اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے کھاتے، کچھ لوگ ان میں سیدھی راہ پر ہیں، اور اکثر ان میں سے برے کام کر رہے ہیں۔"

لو حرف شرط ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کی اس آیت کے مطابق اگر لوگ الٰہی احکامات کے مطابق زندگی گزاریں تو خداوند ان کی روزی میں اضافہ کرے گا۔ تورات اور انجیل سے مراد آسمانی کتابیں اپنی اصل شکل میں ہیں، جو اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں، نہ کہ تحریف شدہ کتابیں۔ مِن تَحْتِ أَرْجُلِهِم (پاؤں کے نیچے سے کھاتے) ایک کنایہ ہے کہ جس سے مراد رزق کی فراوانی ہوتی، اور رزق کے اسباب ہر طرف سے فراہم ہوتے۔ اس آیت میں کھانے کے معنی مطلق لذت اور فائدہ اٹھانے کے ہیں، چاہے یہ لذت کھانے کے ذریعے ہو یا دوسرے طریقوں سے، کھانا عربی لغت میں بغیر کسی رکاوٹ کے مطلق تصرفات کے معنی میں رائج ہے۔ اور اس

کے معنی ہیں۔ اوپر سے ہے اور نیچے آسمان و زمین ہے، اس لیے یہ کہنے کے بجائے کہ : اگر اہل کتاب ان ہدایات پر عمل کرتے جو ان کے ہاتھ میں ہیں تو انہیں آسمانی اور زمینی نعمتیں نصیب ہو تیں۔[25]

مذکورہ آیات اور دیگر آیات کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اگر لوگ قرآن کے دستورات کے مطابق عمل کریں تو زندگی کے تمام میدانوں میں پیشرفت کریں گے ان میں سے ایک میدان انسان کی معاشی زندگی ہے۔ اسی طرح قرآن میں اس بات کی بھی تصریح کی گئی ہے کہ اگر لوگ الٰہی دستوروں کے مطابق عمل نہ کریں تو وہ زندگی کے دوسرے میدانوں کے ساتھ ساتھ معیشت کے میدان میں بھی شکست کھائیں گے۔

10. نتیجہ

انسان کی معاشی تربیت کے خاص مبانی وہ ہیں، جو انسان کی معاشی تربیت سے خاص ہیں، جو انسان کے معاشیات کے بارے میں نظریات سے مربوط ہیں یہ نظریات انسان کے وظیفہ کو مشخص کرتے ہیں، اور باعث بنتے ہیں کہ انسان خود اپنے اختیار سے معاشی تربیت کے قرآنی اہداف کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس تربیت میں انسان کے انفرادی اور اجتماعی دونوں مفادوں کو مدّ نظر رکھا گیا ہے۔ یہ مبانی دین اسلام کے ساتھ خاص ہیں۔

قرآنی آیات کی رو سے انسان کو دنیاوی فلاح و بہبود کی خواہش رکھنے سے منع نہیں کیا گیا بلکہ انسان کی اس خواہش کی تربیت کی ہے، اسی طرح انسان کی تربیت کی ہے کہ انسان دنیا کو ہی اپنا ہدف نہ بنائے بلکہ اپنی آخرت کو مدّ نظر رکھتے ہوئے، اپنی دنیا بنائے، لیکن اپنی دنیا اور آخرت کی طلب میں اعتدال رکھے، ایسا نہ ہو کہ مکمل دنیا کو ترک کرے، یا اس کے بر عکس مکمل آخرت کو ترک کر دے، بلکہ دنیا کو آخرت کمانے کا وسیلہ قرار دے۔

اللہ تعالی نے ہمیں یہ بھی بتایا ہے کہ انسان جتنی تگ و دو کرے گا، اسے اتنا ہی نصیب ملے گا۔ البتہ بعض دفعہ انسان اپنی تلاش اور کوشش میں کوئی کوتاہی نہیں کرتا لیکن اس کے باوجود اس کے رزق میں تنگی رہتی ہے، یا بعض انسان کم تلاش کرتے ہیں لیکن ان کا رزق بھی فراوان ہوتا ہے۔ یہ اللہ نے لوگوں کے رزق میں مصلحت رکھی ہے، ہمارا فریضہ یہی ہے کہ ہم اپنی دنیا اور آخرت دونوں کے لیے کوشش کریں۔

یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ معاشی زندگی کی پیشرفت میں علم اہم کردار ادا کرتا ہے۔ لیکن علم آپ کی اخروی نجات کے لیے کافی نہیں، بلکہ اللہ کے احکام کے مطابق مصرف بھی ضروری ہے۔ اس کے علاوہ انسان کے نیک اعمال انسان کی معاشی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں اور دین کی پیروی میں ہی انسان کی معشیت کی پیشرفت ہے۔ قرآن میں ایسے قصے بیان ہوئے ہیں جن میں یہ ذکر کیا گیا کہ بعض افراد پر اس لیے عذاب آیا یا ان کی معیشت اس لیے تباہ ہوئی کہ انہوں نے اللہ کے حکم کو نظر انداز کیا۔

*****

References

1. Muhammad Hussain, Behashti, *Mabani-e Tarbiat az Didagah-e Quran*, (Tehran, Sazman Antasharat Parsohashgah Farhang o Andisha Islami, 1387 SH), 31.

محمد حسین، بہشتی، *مبانی تربیت از دیدگاہ قرآن* (تہران، سازمان انتشارات پژوہشگاہ فرہنگ واندیشہ اسلامی، 1387ھ،ش)، 31۔

2. Ali Raza, Arfi, *Fiqh Tarbati 1* (Qom, Antasharat Mowsa Farhangi Honri Eshraq o Irfan, 1391 SH), 57-76.

علی رضا، اعرافی، *فقہ تربتي 1* (قم، انتشارات موسسہ فرہنگی ہنری اشراق وعرفان، 1391ش)، 57-76۔

3.Simpson, John and Weiner, Edmund, *The Oxford Dictionary*, (United Kingdom, Oxford University Press, 1998), Zail Wasat Education.

سیمپسون، جان و وایز، ادموند، *لغت اکسفورد*، انتشارات دانشگاہ آکسفورد، سال 1998م، ذیل واژۃ ایجو کیشن۔

4. Muhammad bin Makram, Ibn Manzoor, *Lasan al-Arab* (Beirut, Dar al-Fakr Laltabaat wal Nasher wal tozieh Dar Sadir, 1414 AH), 353.

محمد بن مکرم، ابن منظور، *لسان العرب* (بیروت، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع-دار صادر، 1414ق)، 353۔

5. Growi az Nawvesndgan, *Philosophy Tahleem wa Tarbiat* (Tehran, Mowsa Farhangi Madersa Burhan, 1391 SH), 333 .

گروہی از نویسندگان، *فلسفہ تعلیم وتربیت* (تہران، موسسہ فرہنگی مدرسہ برہان، 1391ھ.ش)، 333۔

6. Adel, Pehghami; Haider Torani, Naqash Barnama Darsi Iqtasaad dar Barnama Tahleem wa Tarbiat Resmi wa Amomi Dunia" , Arama yak Barnama Ahmal Bari yak Barnama Darsi Mafol, Faslana Noeahwri Ahmozshi, Vol. 9, No. 37, (2010), 31.

عادل، پیغامی، ؛حیدر، تورانی، "نقش برنامۂ درسی اقتصاد در برنامۂ تعلیم وتربیت رسمی و عمومی دنیا"، ارائۂ یک برنامۂ عمل برای یک برنامۂ درسی مغفول، فصلنامۂ نوآوری ہای آموزشی، جلد 9، شمارۂ37، (2010): 31۔

7. Mohsen, Imani, Tarbhiat Iqtasadi dar rasti Tehqeeq Tawalad Mili wa Ahmayat azkaro Sarmya Irani Pehwand, Froradeen ward Behashat, Issue # 390 & 391, (1391): 16.

محسن، ایمانی، "تربیت اقتصادی در راستای تحقق تولید ملی و حمایت از کار و سرمایۂ ایرانی" پیوند، فروردین و اردیبہشت، شمارۂ 390و391، (1391): 16۔

8. Hassan, Mustafai, *Al-Tehaqiq fi Kalamat al-Qur'an al-Karim*, (Tehran, Markaz al-Kitab Liltarjmat wal Nasher, 1402 AH), 344.

حسن، مصطفوی، التحقیق فی کلمات القرآن الکریم (تہران، مرکز الکتاب للترجمۃ والنشر، 1402ق)، 344۔

9. Growi az Nawvesndgan, *Philosophy Tahleem wa Tarbiat*, 65.

گروہی از نویسندگان، فلسفہ تعلیم وتربیت، 65۔

10. Muhammad Hussain, Beheshti, *Mobani Tarbiat Ardedgah Qur'an* (Tehran, Sazman Antasharat pasoashga Farng wa Indesha Islami, 1387 SH), 27.

محمد حسین، بہشتی، مبانی تربیت از دیدگاہ قرآن (تہران، سازمان انتشارات پژوہشگاہ فرہنگ واندیشہ اسلامی، 1387ہ.ش)، 27۔

11. Nasir Makarem, Sherazi, *Tafseer-e-Namona*, Vol. 11 (Tehran, Dar al-Kutub al-Islamia, 1374 SH), 159.

ناصر مکارم، شیرازی، تفسیر نمونہ، ج11 (تہران، دار الکتب الإسلامیۃ، 1374ہ.ش)، 159۔

12 . Syed Abdul Hussain, Tayyeb, *Atayyeb Albayan fi Tafseer al-Qur'an*, Vol. 5 (Tehran, Antasharat Islamab, 1378 SH), 308.

سید عبدالحسین، طیب، اطیب البیان فی تفسیر القرآن، ج5 (تہران، انتشارات اسلام، 1378ہ.ش)، 308۔

13. Ahmad Ali, Babaei, *Gazida Tafseer al-Namoona*, Vol. 3 (Tehran, Dar al-Kutub al-Islamia, 1382 SH), 479.

احمد علی، بابایی، گزیدہ تفسیر نمونہ، ج3 (تہران، دار الکتب الاسلامیہ، 1382ق)، 479۔

14. Syed Muhammad Baqir, Mousavi Hamedani, *Tarjma Tafsir al-Mizan*, Vol. 1 (Qum, Dafter Antasharat Islami Jamiai Mudersen Hoza-e-lllamia, 1374 SH), 481.

سید محمد باقر، موسوی ہمدانی، ترجمہ تفسیر المیزان، ج1 (قم، دفتر انتشارات اسلامی جامعہ ی مدرسین حوزہ علمیہ، 1374 ہ.ش)، 481۔

15.https://makarem.ir/compilation/Reader.aspx?lid=2&mid=61514&catid=0&pid=62029 [seen on 09-02-2024]

16. Ibid, Vol. 4, -534 and Shirazi, Nasser Makarem, *Tafsir –e Namuna*, vol. 3, (Tehran , Dar al-Kutub al-Islamiyya, 1374 AH.), 364.

ایضاج4، 534 اور شیرازی، ناصر مکارم، تفسیر نمونہ، ج3، دار الکتب الإسلامیۃ (تہران)، سال 1374ہ.ش. 364۔

17.Translators, *Tafser Hidayat*, Vol. 14, (Mashhad, Bunyad Pasohashai Islami Astan Quds Razvi, 1377 SH.), 186.

مترجمان، تفسیر ہدایت، ج14 (مشہد، بنیاد پژوہشہای اسلامی آستان قدس رضوی، 1377ہ.ش)، 186۔

18. Tayyeb, *Atayyeb Albayan fi Tafseer al-Qur'an*,, Vol. 2, 417.

طیب، اطیب البیان فی تفسیر القرآن، ج2، 417۔

19. Ibid, Vol. 8, 55.

ایضاً، ج 8، 55۔

20. Muhammad bin Hassan, *Shibani*, *Nahj al-Bayan an Kashif Mahani al-Qur'an*, Vol. 4 (Tehran, Bunyad Irat al-Mahraf Islami, 1413 AH), 170.

محمد بن حسن، شیبانی، *نہج البیان عن کشف معانی القرآن*، ج4 (تہران، بنیاد دایرۃ المعارف اسلامی، 1413ھ.ق)، 170۔

21. Syed Muhammad Ibrahim, Boroujerdi, *Tafseer Jame*, Vol. 5 (Tehran, Antasharat Sadr, 1366 SH), 195.

سید محمد ابراہیم، بروجردی، *تفسیر جامع*، ج5 (تہران، انتشارات صدر، 1366ھ.ش)، 195۔

22. Shirazi, *Tafseer-e-Namona*,, Vol. 13, 516.

شیرازی، *تفسیر نمونہ*، ج13، 516۔

23. Muhammad Javad, Najafi Khomeini, *Tafseer Asaan*, Vol. 12, (Tehran, Antasharat Islamiah, 1398 SH), 381-

محمد جواد، نجفی خمینی، *تفسیر آسان*، ج12 (تہران، انتشارات اسلامیہ، 1398 ھ.ق)، 381۔

24. Babaei, *Gazida Tafseer al-Namoona*,. 193.

بابائی، *گزیدہ تفسیر نمونہ*، ج3، 193۔

25. Mousavi Hamedani, *Tarjma Tafsir al-Mizan*, Vol. 6, 53-54.

موسوی ہمدانی، *ترجمہ تفسیر المیزان*، ج6، 53،54۔

تفسیر اضواء البیان اور ایمانِ ابوطالبؑ

Tafseer Azwa-ul-Bayan and Faith *of Abu Talib*[A.S]

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Sadia Bibi
Ph.D Research Scholar, Comparative Tafseer Studies Department, Al-Mustafa International University, Qom, Iran.
E-mail: Sadyeh_byby@mail.miu.ac.ir
Orcid ID: 0009-0008-6794-7684

Abstract:
Hazrat Abu Talib is a prominent figure of the begninnings of Islam who has rendered remarkable services for the sake of Islam and the Messenger of God. Unfrotunately, different people have different ideas about his faith. Although according to researchers, *Hazrat Abu Talib* left hereafter in the state of faith as a follower of Islam; but some people still denay this. *Allama Shinqaiti* (one of the *Salafi Wahhabi* scholars) and his schoolmates are of the view that he left this world while he was unbeliver.
While demontrationg verse 91 of Surah Hud, *Allama Shinqaiti*, claims that *Abu Talib*'s defense of the Prophet was based on national prejudice, and not because of his faith.
In this article, the writer has rejected the view of Shinqaiti. According to him, no sufficiant proof has been provided for the national and ethnic bias of *Abu Talib*'s secrifices in Shinqaiti and his followers writings. And even if It is proved, this does not mean that *Abu Talib* was a non-believer; as there is no essential tie between national and ethnic bias and disbelief.
Instead, sufficient evediences exist that prove the faith of

Abu Talib as the author has provided many references for *Abu Talib*"s faith in this article in the light of holy Quran, Hadith and history.

Key words: Faith, Islam, *Hazrat Abu Talib*, *Allama Shinqaiti*, Ethnic Prejudice, *Tafseer, Azwa al-Bayan*.

خلاصہ

حضرت ابو طالبؑ صدر اسلام کی ایک برجستہ شخصیت ہیں جنہوں نے اسلام و رسول خداﷺ کی خاطر قابل ذکر خدمات انجام دیں۔ آپ کے ایمان کے بارے اسلام کے مختلف فرقوں میں مختلف نظریات ہیں۔ اہل تحقیق کے مطابق حضرت ابو طالبؑ اس دنیا سے ایمان اور اسلام کی حالت میں گئے ہیں اور ان کے پاس اس بارے بہت سے شواہد بھی موجود ہیں۔ لیکن علامہ شنقیطی اور ان کے ہم مکتب افراد کا نظریہ ہے کہ وہ اسلام لائے بغیر اس دنیا سے چلے گئے۔ جہاں دیگر افراد نے اپنے نظریے کے دفاع کے لیے دلائل پیش کرنے کی کوشش کی ہے وہاں علامہ شنقیطی جو سلفی وہابی علماء میں سے تھے، انہوں نے سورہ ہود آیت نمبر 91 کے ذیل میں حضرت ابو طالبؑ کی اسلام کی خاطر دی گئی قربانیوں کو قومی تعصب کی نذر کر دیا ہے۔

اس مختصر مقالے میں مقالہ نگار نے علامہ موصوف کے اس نظریے کا رد پیش کیا ہے کہ حضرت ابو طالبؑ ایمان نہیں لائے اور انہوں نے اپنے قومی و نسلی تعصب کی بنیاد پر جناب رسالت مآبﷺ کا دفاع کیا۔ مقالہ نگار کے مطابق، انسان کا قومی و نسلی تعصّب چاہے جس قدر بھی شدید ہو، یہ انسان کے مذہبی نظریات پر فوقیّت نہیں رکھتا۔ اس مقالہ میں قرآن اور حدیث اور تاریخ کی روشنی میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت ابو طالبؑ علیہ السلام، مشرف بہ اسلام ہونے کی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

کلیدی کلمات: ایمان، اسلام، حضرت ابو طالب، علامہ شنقیطی، نسلی تعصب، تفسیر، اضواء البیان۔

مقدمہ

تمام تعریفیں پروردگار عالم کے لیے ہیں جس نے کائنات کو اپنی قدرت سے پیدا کیا اور اپنے منشاء ازلی سے جیسا چاہا انہیں ایجاد کیا پھر انہیں اپنے ارادہ کے راستہ پر چلایا اور اپنی محبت کی راہ پر ابھارا، اور حمد اس پروردگار کے لیے جس نے اپنے پیغمبر محمدﷺ کی بعثت سے ہم پر احسان فرمایا اور قرآن مجید جیسا عظیم معجزہ ہماری ہدایت کے لیے بھیجا، آیات قرآن کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جب بھی خدا وند عالم نے انسانیت کی ہدایت کے لیے

انبیاء بھیجے تو جنوں اور انسانوں میں سے بعض نے ان کی مخالفت کے لیے کمر کس لی اور خدا کے بھیجے ہوؤں کو آزار واذیت دینے کے لیے ہر قسم کے ہتھکنڈے استعمال کیے، لیکن خداوند عالم کی مخلوقات میں ایسے افراد بھی کم نہ تھے کہ جب انبیاء واولیاء الہی کو مشکل میں دیکھا تو اپنی جان کی بازی لگائی اور ہر قسم کی مشکلات کو اپنی جان پر جھیل کر انبیاء الہی کے لیے پشت پناہ بنے۔ انہی افراد میں سے حضرت ختمی المرتبتﷺ کی پشت پناہ، ایثار واخلاق کا مجسمہ اور عظیم شخصیت حضرت ابوطالب ہیں، جن کی قربانیوں کا اپنوں اور غیروں سب نے اقرار کیا۔

لیکن تاریخ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ بعض وجوہات کی بناء پر مخالفین کی طرف سے ان پر الزامات لگانے کی کوشش کی گئی ہے جن میں سے ایک واضح طور پر الزام جو لگایا جاتا ہے وہ یہ کہ حضرت ابوطالبؑ نے دین اسلام کو قبول نہ کیا اور کفر کی حالت میں اس دنیا سے گئے ہیں اور نسلی و خاندانی تعصب کی بنا پر انہوں نے رسول خداﷺ کی خدمت کی۔ چنانچہ بعض متعصب مفسرین نے اپنی تفاسیر میں سورہ ہود آیت ۹۱ کے ذیل میں جہاں حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا ذکر ہو رہا ہے کہ ان کے قریبی افراد دشمن کے ہم مذہب تھے لیکن قومی تعصب کی بناء پر حضرت شعیب کا ساتھ دیا، اسی طرح حضرت ابو طالب مشرکین مکہ کے ہم مذہب تھے لیکن انہوں نے اپنے قومی تعصب کی بناء پر رسول خدا کی حمایت کی اور دشمن کے آزار واذیت کے سامنے ڈھال بنے رہے۔ صاحب اضواء البیان کا یہی نظریہ ہے۔

پیش نظر مقالہ میں مقالہ نگار نے حضرت ابو طالب کے ایمان لانے، نہ لانے کے مسئلہ کا تحقیقی جائزہ لیا ہے۔ انہوں نے تاریخی، ادبی اور تفسیری شواہد کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت ابوطالبؑ آنحضرتﷺ کی نبوّت پر پختہ ایمان رکھتے تھے اور انہوں نے کسی قومی تعصب کی بناء پر نہیں، بلکہ اپنے ایمان واعتقاد کی بناء پر رسول خداﷺ کی حمایت کی۔ اس مختصر مقالے کو دو ابحاث میں تقسیم کیا گیا ہے بحث اول صاحب اضواء البیان کے دلائل کو ذکر کیا گیا ہے اور بحث دوم میں ان کا رد پیش کرنے کے ساتھ ساتھ ثابت کیا گیا ہے کہ علامہ شنقیطی کا نظریہ سوائے تعصب کے کسی قابل قبول دلیل پر استوار نہیں اور آخر میں نتیجہ سے بحث کو اختتام تک پہنچایا گیا ہے۔

موضوع کا تعارف

حضرت ابوطالب کی عظیم شخصیت کے بارے ایک چیز جو عامہ وخاصہ سب کے نزدیک مسلم ہے وہ یہ کہ انہوں نے اپنی آخری سانس تک رسول خداﷺ کی حمایت کی اور ان کی حفاظت کی خاطر ہر ممکن قربانی دی، لیکن یہ قربانی، یہ حمایت کس خاطر کی گئی؟ عامہ میں سے بعض افراد نے یہ دعویٰ کرنے کی کوشش کی ہے یہ حضرت عبدالمطلب

کی وصیت کو پورا کرنے کے لیے تھا یا یہ سب فقط نسلی تعصب کی بناء پر تھا۔ صاحب اضواء البیان کا بھی یہی دعویٰ ہے اس مقالے میں ان کے دلائل کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان کا رد پیش کیا جائے گا اور نتیجہ مطالعہ کرنے والوں پر چھوڑ دیا جائے گا۔

سابقہ کام کا جائزہ

حضرت ابو طالب علیہ السلام کو اسلام کی خاطر دی گئی قربانیوں کی وجہ سے منصف مزاج مسلمانوں نے ہمیشہ خراج عقیدت پیش کیا ہے اور ان کے مسلمان ہونے پر بھی شک نہیں کیا، اہل تسنن و تشیع مورخین و محدثین و مصنفین کہ جنہوں نے اس بارے کتب لکھی ہیں، ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، جن میں سے چند ایک کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

1. ابوطالب علیہ السلام حامی الرسول وناصرہ۔ علامہ میرزا نجم الدین جعفر عسکری تہرانی (1313-1395ق)۔ (چاپ اول: نجف، مطبعۃ الآداب، 1380ق)۔ 220ص، وزیری۔
2. ابوطالب عمّ الرسول ص۔ محامی محمد کامل حسن۔ (چاپ اول، بیروت، المکتب العالمی)۔ (عظماء الاسلام 9)۔ رجوع فرمائیں: مجلّہ تراثنا، ش1، ص12
3. ابوطالب مؤمن قریش۔ شیخ عبداللہ خنیزی۔ تقریظ استاد بولس سلامہ صاحب ملحمۃ الغدیر، دانشمند مسیحی لبنانی۔ (چاپ دوم: مؤسسۃ الثقافیہ، 1384ق)۔ (اس کتاب میں مصنف نے صرف اہل سنت علماء کے حوالہ جات کو ذکر کرتے ہوئے جناب ابوطالبؑ کے ایمان کو ثابت کیا ہے)
4. ابوطالب وبنوہ۔ سید محمد علی آل سید علی خان حسینی نجفی۔ (م1390ق)۔ (نجف، مطبعۃ الآداب، 1969م)۔
5. اسنی المطالب فی نجاۃ ابی طالب۔ سید احمد بن زینی دحلان مکی شافعی۔ (1232 1304ق)۔ (یہ کتاب سید محمد بن رسول برزنجی کردی کی کتاب کا خلاصہ ہے (1040 1103ق)
6. القصیدۃ الغراء فی ایمان ابی طالب شیخ البطحاء۔ سید احمد خیری پاشا حسینی حنفی (1324 1378ق)۔ باہتمام: علی بن الحسین ہاشمی۔ (تہران، چاپخانہ حیدری، 1384ق)
7. ابوطالب آموزگار پاسداری۔ محمد محمدی اشتہاردی۔ (قم، انتشارات ہادی، 1399ق)
8. حیات ابوطالب مسئلہ کفر وایمان ابوطالب۔ خالد۔ (بھوپال، مطبعہ علوی پریس، 1352ق)۔
9. بحار الانوار الجامعۃ لدرر اخبار الائمۃ الاطہار۔ علامہ مولیٰ محمد باقر مجلسی اصفہانی (1110ق)۔ (بیروت، مؤسسۃ الوفاء، 1402ق)۔ ج35 (زندگانی امام علی علیہ السلام)

10. شرح نہج البلاغہ۔ عزالدین ابوحامد عبدالحمید بن ابی الحدید ہبۃ اللہ مدائنی معتزلی (م656ق)۔ تحقیق محمد ابوالفضل ابراہیم۔ (قاہرہ، دار الکتب العربیہ، 1385ق)۔ ج14

11. الغدیر فی الکتاب والسنّۃ والادب۔ علامہ شیخ عبدالحسین امینی نجفی (1320 1390ق)۔ (تہران، دار الکتب الاسلامیہ، 1372ق)۔ ج7

12. إیمان إبی طالب (الحجۃ علی الذاہب إلی کفر إبی طالب) الموسوی، فخار بن معد – (قم: دار سید الشہداء للنشر، چاپ: اول، 1410ق)۔

صاحب اضواء البیان کا تعارف

محمد امین شنقیطی سلفی وہابی علما میں سے ایک ہیں آپ 1905 کو افریقہ کے اسلامی ملک موریطانیہ کے شہر تگنٹ میں پیدا ہوئے۔ آپ بچپن میں یتیم ہو گئے اور آپ کی کفالت آپ کے ماموں نے کی۔ تکمیل تعلیم کے بعد اپنے ہی شہر میں درس وتدریس کے شعبے سے منسلک ہو گئے۔ پھر جب حج کا فریضہ انجام دینے کے لیے حجاز آئے تو باقی زندگی ادھر ہی گزاری، یہاں ابن تیمیہ کے افکار کے تحت تاثیر قرار پائے اور ظاہر پرستی کے مسلک کو قبول کر لیا۔ انہوں نے علم فقہ واصول و تفسیر میں کئی کتب لکھی ہیں، حجاز سفر کے بعد مدینہ میں سکونت اختیار کی اور مسجد نبوی میں درس دیا کرتے تھے۔ 10 جنوری 1974 میں مکہ میں وفات پائی۔ تفسیر اضواء البیان فی إیضاح القرآن بالقرآن ان کی قرآنی خدمات میں سے ایک ہے جس کی آٹھویں ونویں جلد ان کے شاگرد عطیہ محمد سالم نے لکھی ہے۔[1]

موردِ نزاع بحث

پیشِ نظر اس مقالے میں سورہ ہود کی آیت 91 کو بحث کا محور قرار دیا گیا ہے، جس کے ذیل میں صاحب اضواء البیان نے چند دلائل کے ذریعے ثابت کیا کہ حضرت ابو طالب کافر تھے اور انہوں نے حضرت رسول خداﷺ کی حفاظت خاندانی تعصب کی بناء پر کی۔ خداوند عالم نے فرمایا: قَالُواْ يَا شُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيرًا مِّمَّا تَقُولُ وَإِنَّا لَنَرَاكَ فِينَا ضَعِيفًا وَلَوْلاَ رَهْطُكَ لَرَجَمْنَاكَ وَمَا أَنتَ عَلَيْنَا بِعَزِيزٍ (91:11) ترجمہ: "انہوں نے کہا: اے شعیب تمہاری اکثر باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور بے شک تم ہمارے درمیان بے سہارا بھی نظر آتے ہو اور اگر تمہارا قبیلہ نہ ہوتا تو ہم تمہیں سنگسار کر چکے ہوتے (کیونکہ) تمہیں ہم پر کوئی بالادستی حاصل نہیں۔"
خداوند عالم نے اس آیت میں بیان فرمایا کہ حضرت شعیب علیہ السلام کو کفار کے چنگل سے نجات دی اور ان کو عزت بخشی چونکہ کفار کے ساتھ ان کے سببی تعلقات تھے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کبھی خداوند عالم کفار

کے ذریعے مومنین کی مدد کرتا ہے اور ان کو عزت دیتا ہے۔

صاحب اضواء البیان کے دلائل

صاحب اضواء البیان علامہ شنقیطی نے اپنے مدعا کو قرآن اور حضرت ابو طالب کے اشعار سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، ذیل میں ان کے دلائل کو ذکر کیا جاتا ہے:

دلیل اول: آیات قرآنی

دلیل کے طور پر گذشتہ انبیاء کے حالت کو بیان کرنے والی آیات کا سہارا لیا ہے، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا وند عالم نے بعض متعصب کفار کے ذریعے اپنے بعض انبیاء کی حفاظت فرمائی۔ مثال کے طور پر حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم کے حالات کو بیان کرتے ہوئے خدا وند عالم نے فرمایا: قَالُوا تَقَاسَمُوا بِاللهِ لَنُبَيِّتَنَّهُ وَأَهْلَهُ ثُمَّ لَنَقُولَنَّ لِوَلِيِّهِ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ أَهْلِهِ (49:27) ترجمہ: "انہوں نے کہا: آپس میں قسم کھاؤ کہ ہم رات کے وقت صالح اور ان کے گھر والوں پر ضرور شب خون ماریں گے، پھر ان کے وارث سے کہیں گے کہ ہم ان کے گھر والوں کی ہلاکت کے موقع پر موجود ہی نہ تھے اور ہم سچے ہیں۔"

آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ لوگ اس بات پر قادر نہ تھے کہ حضرت صالح علیہ السلام کو نقصان پہنچائیں مگر یہ کہ خفیہ طور پر، اور اگر وہ ایسا چوری چھپے انجام دیتے تو یقیناً ان کے رشتہ دار خاندانی تعصب کی وجہ سے ان کے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک کرتے، یہ جوابی کاروائی اس لیے نا تھی کہ وہ نبی پر ایمان لائے تھے بلکہ اس لیے تھی کہ وہ کفار نبی کے خاندان سے ہوتے تھے اور خاندانی تعصب کی بناء پر ایسا قدم اٹھاتے تھے، اسی طرح خدا نے ہمارے نبی ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ہم نے آپ کو آپ کے چچا ابو طالب کے ذریعے پناہ دی۔ حضرت ابو طالب کا نبی کریم ﷺ کو پناہ دینا عاطفی تعصب کی بنا پر تھا، اس لیے ان کے لیے کوئی اجر نہیں۔[2]

دلیل دوم: اشعار حضرت ابو طالب

علامہ شنقیطی کے مطابق حضرت ابو طالب کے خاندانی تعصب کی دلیل ان کا یہ شعر ہے کہ جس میں انہوں نے بیان کیا کہ:

وَاللهِ لَن يَصِلوا إِلَيكَ بِجَمعِهِم حَتّى أُوَسَّدَ في التُرابِ دَفينا
فَاِصدَع بِأَمرِكَ ما عَلَيكَ غَضاضَةٌ وَابشِر بِذاكَ وَقَرَّ مِنهُ عُيونا

یعنی: "خدا کی قسم! اگر وہ سب بھی جمع ہو جائیں تو آپ تک نہیں پہنچ پائیں گے یہاں تک کہ میں مٹی میں دفن

ہو جاؤں۔ جو حکم آپ کو دیا گیا ہے، اسے پہنچا دیجئے، کوئی عیب و نقص آپ میں نہیں ہے اور تم کو اس کی خوشخبری دیتا ہوں تمہاری آنکھیں روشن رہیں۔"

اور اسی طرح ان کا یہ شعر بھی تعصب کو واضح کرتا ہے:

و نمنعهُ حَتّیٰ نُصَرَّعَ حَولَهُ وَنذهلَ عَن أَبنائِنا وَالحَلائِلِ

یعنی: "ہم اسے اس وقت تک روکیں گے جب تک کہ ہم اس کے ارد گرد جدوجہد نہیں کرتے اور اپنے بچوں اور بیویوں سے الگ تھلگ نہیں رہتے۔

حضرت ابو طالب رسول خداﷺ کی حفاظت و حمایت کرنے کی وجہ ان کا اپنے خاندان سے ہونے کو بیان کر رہے ہیں جو ان کے تعصب کی علامت ہے، مومن ہونے کی نہیں۔

دلیل سوم: حضرت لوطؑ کی تمنا

حضرت لوط علیہ السلام کو جس قوم کی طرف بھیجا گیا تھا ان میں قومی تعصب نہیں تھا اور ان کے اس تعصب کے نہ ہونے کا اثر ان الفاظ میں حضرت لوط علیہ السلام کی زبانی بیان کیا گیا ہے: قَالَ لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِي إِلَىٰ رُكْنٍ شَدِيدٍ (80:11) ترجمہ: "اس (حضرت لوط) نے کہا کاش مجھ میں روکنے کی طاقت ہوتی یا میں کسی مضبوط سہارے کی پناہ لے سکتا۔" اس آیت میں "رکن شدید" یا "مضبوط سہارے" سے مراد قوم و قبیلہ ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے استغاثہ بلند کیا شاید کوئی عقل مند ان کی قوم کے درمیان موجود ہو تا کہ اس کے ذریعے لوگوں کے خلاف قیام کرے اور ان کو اپنے گھر سے نکال سکے لیکن جب دیکھا کہ کسی نے ان کے استغاثہ کا جواب نہیں دیا تو تمنا و آرزو کرنے لگے کہ کاش ان کا مضبوط قوم و قبیلہ ہوتا تا کہ ان کے ذریعے دشمنوں کے شر سے محفوظ رہا جا سکتا۔[3]

دلیل چہارم: حدیث پیغمبرﷺ

اور اس بات کو رسول خداﷺ نے اپنی اس حدیث میں بیان فرمایا ہے: إن الله ليؤيد هذا الدين بالرجل الفاجر یعنی: "بے شک اللہ تعالی نے اس دین کی مدد شخص فاجر کے ذریعے کی۔"[4] صاحب اضواء البیان نے مندرجہ بالا دلائل دینے کے بعد لکھا کہ خداوند عالم مسلمانوں کو ان کے کفار رشتہ داروں سے نسبی و تعصبی تعلقات کی بناء پر فائدہ پہنچاتا ہے، لیکن نسبی تعلقات کی بناء پر کفار کے لیے دعا کرنا جائز نہیں ہے، پس مسلمانوں کا اجماع ہے کہ غیر مسلم کے لیے دعا کرنا جائز نہیں ہے۔[5]

دلیل پنجم: موافق مفسرین کے اقوال

دیگر چند مفسرین جنہوں نے تفسیر اِضواء البیان فی إیضاح القرآن بالقرآن کے مصنف محمد امین شنقیطی کے موافق بیان دیا ہے: اور اسی طرح حضرت رسول خداﷺ کے چچا حضرت ابو طالب اپنی قوم کے دین پر تھے اور انہوں نے ظاہری وجوہات (قومی تعصب) کی بناء پر رسول خداﷺ کی حمایت کی۔[6] صاحب تفسیر "البحر المحیط" نے بھی ذکر کیا ہے کہ رسول خداﷺ کو مشرکین عرب یہی کہتے تھے۔[7] البتہ انہوں نے اس سے یہ نتیجہ نہیں لیا کہ حضرت شعیب علیہ السلام کے قبیلے کا مشرک ہونا ثابت کرے کہ رسول خداﷺ کے چچا بھی مشرک تھے۔

صاحب اضواء البیان کے دلائل کا جواب

تحقیق میں معیار دلیل ہوتی ہے۔ اہل تحقیق کے ہاں یہ مقولہ معروف ہے کہ: "نحن ابناء الدلیل نمیل حیث یمیل" یعنی ہم دلیل کے پیروکار ہیں، وہی نظریہ اپناتے ہیں جسے دلیل ثابت کرتی ہے۔ لہٰذا محققین اگر کسی شخص کی مدح تو بھی قرآن و حدیث اور تاریخی، عقلی دلائل کی روشنی میں اور اگر کسی کی مذمت کرتے ہیں تو بھی عقلی و نقلی دلائل کی روشنی میں۔ لہٰذا حضرت ابو طالب علیہ السلام کے ایمان کے اثبات اور اُن کے قابل احترام ہونے کا معاملہ بھی دلائل کے تابع ہے۔ کیونکہ محض اس لیے ان کے ایمان کا دعویٰ کرنا کہ آپ حضرت علی علیہ السلام کے والد گرامی ہیں، یا برعکس، محض اس لیے ان کے ایمان کا ردّ کہ آپ حضرت علی علیہ السلام کے والد گرامی ہیں، یہ دونوں رویّے نادرست اور تحقیق کے ساتھ ناسازگار ہیں۔

دراصل کسی شخص کے ایمان و عقیدہ اور طرزِ تفکر کو درج ذیل تین طریقوں میں سے کسی ایک کے ذریعے ثابت کیا جا سکتا ہے:

1۔ خود اُس شخص کے علمی و ادبی آثار سے

2. معاشرے میں اس کے کردار و رفتار سے

3. اس کے بے غرض دوستوں اور رشتہ داروں کے ذریعے۔

حسنِ اتفاق یہ ہے کہ حضرت ابو طالب کے ایمان کو ان تینوں طریقوں سے ثابت کیا جا سکتا ہے۔ ذیل میں ہم قرآن و سنت اور تاریخ سے چند ایسے دلائل فراہم کرتیں گے کہ علامہ شنقیطی کے ایمانِ ابوطالب پر اٹھائے گئے اعتراضات کو ردّ کرنے کے لیے کافی ہیں۔

دلیل اول: آیات قرآنی

صاحب اضواء البیان نے آیات قرآنی سے ثابت کیا کہ انبیاء کی مدد بعض اوقات ان کے خاندان والوں نے تعصب کی بناء پر کی، جبکہ ان کے خاندان کے افراد ان کو اللہ کا برحق نبی نہیں مانتے تھے، جب اس بات کو قرآن کی آیات کی روشنی میں دیکھتے ہیں تو واضح ہوتا ہے کہ نسلی تعصب کی بناء پر افراد کی ایک دوسرے کی، یا انبیاء الٰہی کی حمایت ایک حد تک تھی، قرآن و تاریخ انسانیت اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ نسلی تعصب انسان کو اپنے نظریات و اپنے عقیدے کے سامنے گھٹنے ٹیکتا ہوا نظر آتا ہے، مثال کے طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا نے جب دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے بتوں کی بے حرمتی کرتے ہیں تو ان کو دھمکی دینے لگے قرآن نے اس مطلب کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

قَالَ أَرَاغِبٌ أَنتَ عَنْ آلِهَتِي يَا إِبْرَاهِيمُ لَئِن لَّمْ تَنتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا (46:19)

ترجمہ: "اس نے کہا: اے ابراہیم! کیا تو میرے معبودوں سے برگشتہ ہو گیا ہے؟ اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کروں گا اور تو ایک مدت کے لیے مجھ سے دور ہو جا۔"

حضرت ابراہیمؑ اپنے چچا کے پاس رہتے تھے اور جب اس کو بتوں کی پوجا پاٹ سے روکنے لگے اور خود ان کے چچا ان کو اپنے سے دور ہو جانے کا کہنے کے ساتھ ساتھ ان کی حمایت سے ہاتھ اٹھا لیا، اس آیت سے یہ بات بھی واضح ہوتا ہے کہ عقائد کے سامنے رشتہ داری کو نہیں دیکھا جاتا۔ اسی آیت کے ذیل میں صاحب اضواء البیان نے لکھا کہ: "اس کے باپ (چچا) نے اس کے سامنے سختی اور شدت کا راستہ اختیار کیا کیونکہ بتوں کی پوجا کرنے والے متعصب کفار کی یہ عادت ہے کہ جب وہ محکم و قاطعہ دلیل کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو قوت کا استعمال کرتے ہیں۔"[8]

اسی طرح اس آیت میں خدا کفار کی زبانی نقل کرتا ہے: قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِن كُنتُمْ فَاعِلِينَ (68:21)

ترجمہ: " وہ کہنے لگے: اگر تمہیں کچھ کرنا ہے تو اسے جلا دو اور اپنے خداؤں کی نصرت کرو۔"

حضرت ابو طالب حضرت عبد المطلب کے بعد رسول خدا ﷺ کے کفیل تھے اور کفالت و سرپرستی خود ایک قسم کی حکمرانی (سلطہ) ہے، خداوند عالم سورہ نساء/۱۴۱ میں فرماتا ہے: وَلَن يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلاً

خدا نے اس آیت میں مومنین کے کفار پر تسلط کی نفی کہ ہے پس ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابو طالب مومن تھے۔

ابن شہر آشوب اپنی کتاب "متشابھات القرآن" میں آیت "ولینصرن الله من ینصرہ" (حج/۴۰) کے ذیل میں کہتے ہیں: تین ہزار بیت سے زیادہ اشعار ابو طالب کے ایمان لانے کو بیان کرتے ہیں اور ان اشعار سے واضح ہوتا ہے کہ پیغمبر کے دشمنوں سے دشمنی کا اظہار کیا اور حضرت محمد ﷺ کو وہ پیغمبر مانتے تھے۔[9]

دلیل دوم: اشعار حضرت ابو طالب علیہ السلام

جب کسی کے کلام سے اپنے مدعی کو ثابت کرنا ہو تو یہ مناسب نہیں ہے کہ اس کلام کے اول و آخر کو چھوڑ کر صرف اپنے مطلب کی بات لے لی جائے اور کہا جائے کہ خود اسی کے کلام سے ہمارا موقف ثابت ہوتا ہے، علامہ شنقیطی نے کچھ ایسا ہی کیا ہے۔ حضرت ابو طالب علیہ السلام کے بہت سارے اشعار جو کہ ان کے عقیدہ توحید و نبوت کو ثابت کرتے ہیں، ان سے چشم پوشی کرتے ہوئے صرف ایک شعر اور وہ بھی آدھا اور اس کو اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے دلیل کے طور پر پیش کیا ہے، کامل شعر پیش خدمت ہے:

وَاللهِ لَن يَصِلوا إِلَيكَ بِجَمعِهِم   حَتّى أُوَسَّدَ فِي التُرابِ دَفينا
فَاِصدَع بِأَمرِكَ ما عَلَيكَ غَضاضَةٌ   وَاِبشِر بِذاكَ وَقَرَّ مِنهُ عُيونا
وَدَعَوتَني وَزَعَمتَ أَنَّكَ ناصِحٌ   وَلَقَد صَدَقتَ وَكُنتَ ثَمَّ أَمينا
وَعَرَضتَ ديناً قَد عَلِمتُ بِأَنَّهُ   مِن خَيرِ أَديانِ البَرِيَّةِ دينا
لَولا المَلامَةُ أَو حِذاري سُبَّةً   لَوَجَدتَني سَمحاً بِذاكَ مُبينا

خدا کی قسم! اگر وہ سب بھی جمع ہو جائیں تو آپ تک نہیں پہنچ پائیں گے یہاں تک کہ میں مٹی میں دفن ہو جاؤں، جو حکم آپ کو دیا گیا ہے، اسے پہنچایئے کہ کوئی عیب و نقص آپ میں نہیں ہے اور تم کو اس کی خوشخبری دیتا ہوں تمہاری آنکھیں روشن رہیں۔ تم نے مجھے اسلام کی دعوت دی ہے اور اپنے آپ کو میرا خیر خواہ سمجھتے ہو اور تم سچ کہتے ہو اور اپنے کلام میں تم امین ہو۔ اگر مشرکین کی تکلیوں اور آزار کا ڈر نہ ہوتا تو تم مجھے دیکھتے کہ میں آشکار ایمان لے آیا ہوں۔[10]

حضرت ابو طالب علیہ السلام کا حضرت رسول خداﷺ کے صادق و امین ہونے کی گواہی دینے کے بعد کہنا کہ: "اگر مشرکین کی تکلیوں اور آزار کا ڈر نہ ہوتا تو تم مجھے دیکھتے کہ میں آشکار ایمان لے آیا ہوں۔" ثابت کرتا ہے کہ دل سے ایمان لائے ہیں۔ ظاہری طور پر ایمان کا اقرار نہ کرنا کچھ مصلحتوں کی بناء پر تھا، جیسا کہ علامہ شاہرودی نے ان میں سے چند کی طرف اشارہ کیا ہے:

"حضرت ابو طالب علیہ السلام دلی و قلبی طور پر ایمان قبول کر چکے تھے، ظاہری طور پر ایمان کا اظہار کرنے سے خود داری کرتے تھے تاکہ قریش ان کی طرف نادانی اور سفاہت کی نسبت نا دیں اور ریاست ان کے ہاتھ سے نہ نکل جائے اور وہ لوگ جو ان کی فرمانبر داری میں ہیں کہیں ان کی بات نہ سنیں اور ان کے احکام کر اجراء کرنے میں مخالفت کریں اور اس کے نتیجے میں ان کا مقصد و ہدف جو کہ رسول خداﷺ کی نصرت و یاری ہے اس میں ناکام نہ ہو جائیں اسی وجہ سے حضرت ابو طالب علیہ السلام نے اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھا ہوا تھا، لیکن بعض اوقات اس کا اظہار فرمایا کرتے تھے جیسا کی ان کے اشعار میں نقل ہوا ہے۔"[11]

اور ایک جگہ یہ شعر ہے:

و عرضت دینا علمت بانه　　　　من خير اديان البرية دينا

یعنی: اور آپ ایسا دین لائے ہیں کہ میں جانتا ہوں کہ تمام ادیان سے بہتر یہ دین ہے۔[12]

عبداللہ مامون کے بارے مشہور ہے کہ وہ کہتا تھا خدا کی قسم ابوطالب ان اشعار کے ذریعے ایمان لے آئے:

نصرت الرسول رسول المليک　　　　ببيض تلالا كلمح البروق
اذب و احمى رسولا الاله　　　　حماية حام عليه شفيق
وما ان ادب لاعدائة　　　　دبيب البكار حذار الفنيق
ولكن ازير لهم ساميا　　　　كما زار ليث بغيل مضيق

میں نے خداوند مالک مقتدر کے بھیجے ہوئے پیغمبر کی مدد کی، ان تلواروں کے مقابلے میں جو بجلی کی طرح چمکتی تھی۔ میں نے رسول خداﷺ کا دفاع کیا اور ان کی حمایت کی ایسے شخص کی طرح جو ان پر مہربان اور ان کے لیے دلسوز ہو۔ میں ان کے دشمنوں کے مقابلے میں آہستہ اور نرم رویہ نہیں رکھا ان مادہ اونٹنی کی طرح جو فنیق نر اونٹ سے ڈر کی وجہ سے آہستہ حرکت کرتی ہے۔ بلکہ میں ان پر بپھرے ہوئے شیر کی طرح چنگھاڑا۔[13]

حضرت ابوطالب ایک اور جگہ کہتے ہیں:

ألم تعلموا أنّا و جدنا محمّدا　　　　رسولاً كموسى خُطَّ فی أوّل الكتب

کیا تم نہیں جانتے ہیں ہم نے محمدﷺ کو حضرت موسی علیہ السلام کی طرح نبی پایا ہے جس کا ذکر پہلے کتابوں میں آیا ہے۔[14]

ابن ابی الحدید نے اپنی شرح میں اس بارے میں لکھا ہے: یہ سب اشعار متواتر ہیں اگرچہ ایک ایک شعر متواتر نہ ہو لیکن ان اشعار کا مجموعہ ایک مشترکہ بات پر دلالت کرتا ہے اور وہ نکتہ مشترک رسول خداﷺ کی تصدیق ہے، بالکل اسی طرح کہ ایک ایک قتل جو حضرت علی علیہ السلام نے کیا اور ان کے بہادروں کو مارا واحد خبر کے ذریعے نقل ہوا ہے لیکن ان اخبار کا مجموعہ جس بات پر دلالت کرتا ہے وہ متواتر ہے اور ہمیں ان اخبار کے ذریعے سے علم ضروری حاصل ہو جاتا ہے۔[15]

دلیل سوم: حضرت رسول خداﷺ کا حضرت ابوطالب کی وفات کے وقت رویہ

مقام ابوطالب بہت عظیم ہے جب ان کی وفات ہوئی تو رسول خداﷺ نے ان کے دائیں رخسار کو چار مرتبہ مس کیا اور بائیں رخسار کو تین مرتبہ مس کیا اور گریہ کیا اور بہت پریشان ہوئے پھر فرمایا: "اے چچا بچپن میں آپ نے میری پرورش کی، حالت یتیمی میں میری کفالت کی اور جوانی میں میری مدد و نصرت کی، خدا آپ کو

میری مدد کرنے کی بہترین جزا دے۔" آپ کی تشییع جنازہ میں رسول خداﷺ ان کے جنازے کے آگے آگے چلتے جاتے اور فرماتے جاتے تھے: "آپ نے صلہ رحم کیا اور بہترین جزا پائی۔" [16]

حضرت ابو طالب کے ایمان لانے کے دلائل میں سے ایک اور حضرت رسول خداﷺ کا ان کی وفات کے وقت رویہ ہے، جس کو بطور خلاصہ یہاں ذکر کیا جاتا ہے: حضرت ابو طالب کی وفات کے وقت رسول خداﷺ کا شدید گریہ کرنا۔ رسول خداﷺ کا حضرت علی علیہ السلام کو ان کے غسل و کفن و دفن کے لیے مأمور کرنا۔ رسول خداﷺ کا ان کے مراسم تشییع و تدفین میں شرکت کرنا۔ رسول خداﷺ کا ان کے لیے دعا کرنا اور فرمانا کہ:

جزاک الله عنّی خیراً یعنی: "خدا میری وجہ سے آپ کو بہترین جزا دے۔"

اس بارے میں ابن سعد نے طبقات الکبری میں صحیح سند کے ساتھ اسحاق بن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ عباس نے حضرت محمدﷺ سے کہا: اے رسول خداﷺ کیا ابو طالب کے لیے آپ امیدوار ہیں؟ رسول خداﷺ نے جواب دیا: کلّ الخیر أرجو من ربّی یعنی: "ان کے لیے اپنے پروردگار سے کل خیر کا امیدوار ہوں۔" [17]

دلیل چہارم: ایمان ابو طالبؑ کے بارے احادیث

صاحب اضواء البیان نے دلیل کے طور پر جو حدیث ذکر کی کہ خدا نے اس دین کی مدد فاجر شخص کے ذریعے کی، صحیح بخاری میں یہ حدیث ایک ایسے شخص کے بارے میں بیان ہوئی ہے جو رسول خداﷺ کے ساتھ کسی غزوے میں شریک تھا اور بڑی بہادری کے ساتھ لڑا لیکن زخمی ہو گیا اور رات کے وقت درد کی شدت برداشت نہ کر سکنے کی وجہ سے خودکشی کر لی۔ [18]

اس حدیث کا تعلق حضرت ابو طالب سے نہیں، جبکہ دیگر بہت سی احادیث حضرت ابو طالب کے ایمان کو ثابت کرتی ہیں لیکن اختصار کے پیش نظر صرف ایک روایت کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا گیا: کیا ابو طالب حضرت رسول خداﷺ پر بھی حجت تھے؟ فرمایا: لاَ، وَلَکِنَّهُ کَانَ مُسْتَوْدَعا لِلْوَصَایَا، فَدَفَعَهَا اِلَیْهِ؛ یعنی: "نہیں بلکہ ان کی وصیتوں کے امانت دار تھے، پس ان کو وصیت کی گئی چیزیں پیش کیں۔" [19]

دلیل پنجم: نبی کریمﷺ کے ساتھ ابو طالب کا رویہ

ہمیشہ حضرت ابو طالب خود بھی رسول خداﷺ کی حمایت کرتے اور اپنے بیٹوں کو بھی اس کی تشویق دلاتے، اس بارے میں تاریخ نے بہت سے دلائل ذکر کیے ہیں جن میں سے ایک یہ کہ جب انہوں نے اپنے بیٹے حضرت علی علیہ

السلام کو نبی کریمﷺ کے ساتھ نماز ادا کرتے دیکھا تو فرمایا: أما إنّه لم يدعک إلاّ إلی خيرٍ، فالزمه؛ یعنی: "حضرت محمدﷺ تجھے نیکی کے علاوہ کسی چیز کی طرف نہیں بلاتے پس ہمیشہ انہی کے ساتھ رہو۔"[20]
ایک اور روایت میں آیا ہے کہ جس وقت حضرت ابو طالب نے دیکھا کہ حضرت رسول خداﷺ نماز پڑھ رہے ہیں اور حضرت علی علیہ السلام ان کے دائیں طرف کھڑے نماز ادا کر رہے ہیں تو اپنے بیٹے جعفر سے کہا کہ: صل جناح ابن عمّک۔۔۔؛ یعنی: "اپنے چچا کے بیٹے کے ساتھ نماز ادا کرو۔"[21]
حضرت ابوطالب کے ایمان کی علامات میں سے ایک ان کی وصیت ہے جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو اولاد عبد المطلب کا جمع کیا اور کہا: لن تزالوا بخير ما سمعتم من محمد صلی الله وآله و ما اتّبعتم أمره فاتّبعوه و أعينوه ترشدوا؛ یعنی: "جب تک حضرت محمدﷺ کی باتوں کو سنوگے اور ان کی اطاعت کروگے، خیر و نیکی پر رہو گے، لہٰذا ان کی اطاعت کرو اور ان کی مدد کرو تاکہ ہدایت و کمال حاصل کر سکو۔"[22]
حضرت ابو طالب نے حضرت رسول خداﷺ کی مدح میں فرمایا: وَ لَقَدْ كَانَ اَبِي يَقْرَأُ الْكُتُبَ جَمِيعا، وَلَقَدْ قَالَ: اِنَّ مِنْ صُلْبِي لَنَبِيّا وَلَوَدَدْتُ اَنِّي اَدْرَكْتُ ذَلِكَ الز ّّمَانَ فَآمَنْتُ بِهِ، فَمَنْ اَدْرَكَهُ مِنْ وُلْدِي فَلْيُؤْمِنْ بِهِ؛ یعنی: "میرے والد (عبد المطلب) تمام آسمانی کتابوں کی تلاوت کیا کرتے تھے اور کہتے تھے میری صلب سے ایک پیغمبر ہوگا، مجھے کس قدر شوق ہے کہ اس کے زمانے کو درک کروں (اس کو دیکھوں) اور اس پر ایمان لے آؤں، میرے بیٹوں میں سے جو کوئی اسے دیکھے حتماً اس پر ایمان لے آئے۔[23]

نتیجہ

حضرت ابو طالبؑ کی شخصیت کے بارے اس مختصر مقالے سے یہ نتیجہ لیا جا سکتا ہے کہ صاحب اضواء البیان کا نظریہ کہ خداوند عالم فاجر بندوں سے اپنے دین کی حمایت کے لیے کام لیتا ہے اور حضرت ابو طالبؑ نے دین اسلام کی حمایت کی اس طرح صغریٰ کبریٰ درست کرکے نتیجہ لینا گویا ابو طالب غیر مسلم اس دنیا سے گئے ہیں یہ درست نہیں ہے۔ قرآن، احادیث، تاریخ اور حضرت ابو طالبؑ کے اشعار یہ ثابت کرتے ہیں کہ حضرت ابو طالب مسلمان اس دنیا سے گئے ہیں۔

*****

References

1. Muhammad Amin, Shinqiti, *'Azwa' Albayan fi 'Iizah al-Quran bial-Quran*, Vol. 1 (Beirut, Dar al-Kutub Al-Elamiya Manshurat Muhammad Ali Bayzoon, 1427 AH), 3.

محمد امین، شنقیطی، *اِضواء البیان فی إیضاح القرآن بالقرآن*، ج1 (بیروت، دار الکتب العلمیۃ منشورات محمد علی بیضون، 1427ھ.ق)، 3۔

2. Ibid, Vol. 6, 273.

ایضاً، ج6، 273۔

3. Muhammad Hussain, Tabatabai, Trans: *Tafseer al-Mizan*, Vol. 10, Chaap: 5 (Qom, Daftar Antasharat-e-Islami Jamia Madraseen Hoz-e-Illamiah, 1374 SH), 510.

محمد حسین، طباطبایی، ترجمہ: *تفسیر المیزان*، ج 10، چاپ 5 (قم، دفتر انتشارات اسلامی جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ، 1374ھ ش)، 510۔

4. Abu Abdullah Muhammad bin Ismail, Bukhari, *Al-Bukhari* (Trans & Commen: Maulana Muhammad Dawood Raz), Bab al-Jihad, Vol. 4 (India, Markazi Jamiat Ahle Hadith Hind, 2004), Hadith#: 3062; Abd al-Hamid bin Hibatullah, Ibn Abi al-Hadeed, *Sharha Nahaj al-Balaghah* Ibn Abi Al-Hadeed, Vol. 2 (Qom, Maktabat ayat allah Almareashiu Alnajafii, 1404 AH), 309; Zain al-Deen bin Ali, Shaheed Sani, *Muniya al-Murid* (Qum, Maktab Al'iielam Al'iislamii, 1409 AH), 145; Isfahani, Ibn Mundah, *Al-Iman* (Beirut, Dar-ul Kutub Alelmiyh, 1422 AH), 141; Qazi Noorullah, Marashi, Al-Sawaram al-Muharqa fi Rid al-Sawaiq Al-Muharqa (Tehran, Dar-ul Matbae-Ahdath, 1367 SH), 251.

ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، بخاری، *البخاری* (ترجمہ و تشریح: مولانا محمد داؤد راز)، باب الجہاد، ج4 (ہند، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، 2004ء)، رقم الحدیث 3062؛ عبد الحمید بن ہبۃ اللہ، ابن ابی الحدید، *شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید*، ج2 (قم، مکتبۃ آیۃ اللہ المرعشی النجفی، 1404ق)، 309؛ زین الدین بن علی، شہید ثانی، *منیۃ المرید* (قم، مکتب الاعلام الاسلامی، 1409ق)، 145؛ اصفہانی، ابن مندہ، *الایمان* (بیروت، دار الکتب العلمیۃ، 1422ق)، 141؛ قاضی نور اللہ، مرعشی، *الصوارم المہرقۃ فی رد الصواعق المحرقۃ* (تہران، مطبۃ النہضۃ، 1367ش)، 251۔

5. Shinqiti, *'Azwa' Albayan fi 'Iizah al-Quran bial-Quran*, Vol. 3, 35.

شنقیطی، *اِضواء البیان فی إیضاح القرآن بالقرآن*، ج3، 35۔

6. Muhammad Mutwali, Al-Shaarawi, *Tafsir al-Shaarawi, Akhbar Al-Yum*, Vol. 11 (Beirut, Al-Kutub & Al-Maqabat, 1991), 6627.

محمد متولی، شعراوی، *تفسیر الشعراوی، اخبار الیوم*، ج11 (بیروت، ادارۃ الکتب والمکتبات، 1991)، 6627۔

7. Muhammad bin Yousuf, Abu Hayyan, *Al-Bahr al-Maheet fi al-Tafsir*, Vol. 11 (Beirut, Dar al-Fikr, 1420 AH), 251.

محمد بن یوسف، ابوحیان، *البحر المحیط فی التفسیر*، ج11 (بیروت، دار الفکر، 1420 ھ.ق)، 251۔

8. Shinqiti, *'Azwa' Albayan fi 'Iizah al-Quran bial-Quran*, Vol. 4, 218.

شنقیطی، *اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن*، ج4، 218۔

9. Muhammad Bin Ali, Ibn Shahr Ashub, *Mutsabah al-Qur'an wa Mukhlafa, Bidar*, Vol. 2 (Qom, Dar-o Baidr linnshar, 1369 SH), 65.

محمد بن علی، ابن شہر آشوب، *تشابہ القرآن ومختلفہ*، بیدار، ج2 (قم، دار بیدار للنشر، 1369 ھ.ق)، 65۔

10. Rafi al-Din Muhammad bin Muhammad Mu'min, Jilani, Al-zayrahat illa Hafiz al-Sharia (Sharh Asul al-Kafi Jilani), Vol. 2 (Qom, Dar-ul Hadith, 1429 AH), 86; Sheikh Saduq Amali, Al-Saduq, chaap. IV (Beirut, Al-Alamy, 1400 AH), 508.

رفیع الدین محمد بن محمد مؤمن، جیلانی، *الذریعۃ إلی حافظ الشریعۃ (شرح اصول الکافی جیلانی)*، ج2 (قم، دار الحدیث، 1429 ق)، 86؛ شیخ صدوق إمالی، *الصدوق*، چاپ: پنجم (بیروت، اعلمی، 1400ق)، 508۔

11. Muhammad Hassan Shafi'i Shahrudi, *Abu Talib Hami-e-Paghamber (PBUH)* (Qum, Markaz-e Nashar Hajar, 1428 AH), 24.

محمد حسن شفیعی شاہرودی، *ابوطالب حامی پیغمبر* (قم، مرکز نشر هاجر، 1428ق)، 24۔

12. Qazi Noorullah Murashi, *Ihqaq al-Haq wa Izhaq al-Batil*, Vol. 33 (Qom, Maktabat ayat allah Almareashiu Alnajafii, 1409 AH), 227; Sulaiman Sarsari Hanbali, *Al-Intisharat al-Islamiyya fi kashf shabh al-Nusraniya*, Vol. 2 (Riaz, Maktabat al Ebikan, 1419 AH), 546; Abu Bakar, Bayhaqi, *Dalail al-Nabawa*, Vol. 2 (Beirut, Dar al-Kutub Al-Elamiya, 1405 AH), 188.

قاضی نور اللہ مرعشی، *إحقاق الحق وإزہاق الباطل*، ج33 (قم، مکتبۃ آیۃ اللہ المرعشی النجفی، 1409ق)، 227؛ سلیمان صرصری حنبلی، *الانتصارات الإسلامیۃ فی کشف شبہ النصرانیۃ*، ج2 (ریاض، مکتبۃ العبیکان، 1419ق)، 546؛ ابو بکر، بیہقی، *دلائل النبوۃ*، ج2 (بیروت، دار الکتب العلمیۃ، 1405ق)، 188۔

13. Allama Amini, *Al-Ghadir fi Kitab wa Sunnah wa Al-Adab*, Vol. 7 (Qom., Markaz-al Gadir, 1416 AH), 454.

علامہ امینی، *الغدیر فی الکتاب والسنۃ والادب*، 7 (قم، مرکز الغدیر، 1416)، 454۔

14 . Abu Mansoor Tabarsi, *Al-Hitjaj*, Vol. 1 (Mashhad, Nashr-e Murtazawi, 1403 AH), 233; Ayatullah Subhani, Al-Zowa Ala al-Aqeed al-Shi'a al-Imamiya, Vol. 7 (Qom, Muasasat-al Imam Alsaadiq, nd.), 116; Allama Amini, *al-Ghadir fi Kitab wa Sunnah wa al-Adab*, 447.

ابو منصور طبرسی، *الاِحتجاج*، ج1 (مشہد، نشر مرتضوی،1403 ق)، 233؛ آیت اللہ سبحانی، *الأضواء علی عقائد الشیعۃ الإمامیۃ*، ج7 (قم،، مؤسسہ امام صادق، سن ندارد)، 116؛ علامہ امینی، *الغدیر فی الکتاب والسنۃ والادب*، 447۔

15. Ibn Abi al-Hadeed, Sharh Nahj al-Balagha, Vol. 3 (nc; Dar Ahya al-Kutub al Erbiyah, 1959), 315.

ابن ابی الحدید، *شرح نہج البلاغہ*، ج3 (شہر ندارد، داراحیاء الکتب العربیہ، 1959ء)، 315۔

16. Ameeni, *Alghadir fi alkitab wa Sunnaht wa al Adab*, Vol. 7, 501; Qazi Noorullah Murashi, *Ihqaq al-Haq wa Izhaq al-Batil*, Vol. 33, 228; Ameen al-Islam, Tabarsi, *Ilaam al-Wari b'Alaam al-Huda*, Chaap: III, (Tehran, Islamia, 1390 SH), 53; Sheikh Mufeed, *Iman Abi Talib*, Chaap: II, (Qom, Al-Mowtar al-Alami Lil-sheikh al-Mufeed, 1413 AH), 26; Ibn Abi al-Hadeed, *Sharh Nahj al-Balaghah*, Vol. 14, 76; Abu Bakr Bayhaqi, *Dala'il al-Nabawa*, Vol. 2, (Burit, Dar al-Kutub Al-Elamiya, 1405 A.H.), 349; Syed Ibn Tawus Hassani, *Al-Taraif fi Marafah Mazhab al-Tawif*, Vol. 1 (Qum, Khayyam, 1400 AH), 305.

علامہ امینی، *الغدیر فی الکتاب والسنۃ والادب*، ج7 ، ص501؛ قاضی نور اللہ مرعشی، *إحقاق الحق وإزہاق الباطل*، ج33، ص228؛ امین الاسلام، طبرسی، *إعلام الوری بأعلام الہدی*، (تہران، اسلامیہ، چاپ: سوم، 1390ق)، ص53؛ شیخ مفید، *إیمان ابی طالب*، (قم، المؤتمر العالمی للشیخ المفید، چاپ: دوم، 1413ق)، 26؛ ابن ابی الحدید، *شرح نہج البلاغۃ*، ج14، 76؛ ابو بکر بیہقی، *دلائل النبوۃ* ، ج2، (بیروت، دار الکتب العلمیۃ، 1405ق)، 349؛ سید بن طاووس حسنی، *الطرائف فی معرفۃ مذاہب الطوائف* ، ج1، (قم، خیام، 1400ق)، 305۔

17. Muhammad Hassan Muzaffar, *Dalail al-Sadiq al Nahj al-Haq*, Vol. 6 (Qum, Muasasat-o Alilbayt, 1422 AH), 196.

محمد حسن مظفر، دلائل الصدق لنہج الحق، ج6 (قم، مؤسسۃ آل البیت، 1422ق)، 196۔

18. Bukhari, Saheeh *Al-Bukhari*, Hadith #: 3062.

بخاری، *صحیح البخاری*، رقم الحدیث، 3062۔

19. Jamil Hamud, Ibn Atiya, *Abhi al-Madad fi Sharh Mowtamar Baghdad*, Vol. 2 (Beirut, Muasasat-al al'elami, 1423 AH), 371; Abu Mansoor Tabarsi, *Al-Hitjaj*, Vol. 1, 230; Allama Muhammad Baqir bin

Muhammad Taqi, Majalsi, Bahaar-ul Anwar, Vol. 17, Chaap. II (Beirut, Dar Ihya Al-Tarath Al-Arabi, 1403 AH), 139; Allamah Amini, *Al-Ghadir fi Kitab wa Sunnah wa Al-Adab*, Vol. 7, 530; Grow-e Navesndgan, F*i Rehab-e Ahl al-Bayt (AS)*, Vol. 32, Chaap. II (nc., Almajma-e al Alami li'ahl albayt, 1426 AH), 74; Allama Majalsi, *Mirart al-Aqoul*, Vol. 5 (Tehra, Dar-ul Kutub al- Islamiah, 1404 AH), 224.

جمیل حمود، ابن عطیہ، *ابہی المداد فی شرح مؤتمر علماء بغداد*، ج2 (بیروت، مؤسسۃ الأعلمی، 1423ق)، 371؛ ابو منصور طبرسی، *الاِحتجاج*، ج1، 230؛ علامہ محمد باقر بن محمد تقی، مجلسی، بحار الانوار، ج17، چاپ دوم (بیروت، دار إحیاء التراث العربی، 1403ق)، 139؛ علامہ امینی، *الغدیر فی الکتاب والسنۃ والادب*، ج7، 530؛ گروہ نویسندگان، فی رحاب اہل البیت ع، ج32، چاپ دوم (شہر ندارد، المجمع العالمی لاہل البیت، 1426ق)، 74؛ علامہ مجلسی، *مرآۃ العقول*، ج5 (تہران، دار الکتب الاِسلامیۃ، 1404ق)، 224۔

20. Fakhaar bin Ma'ad, Al-Musvi, *Iman Abi Talib (Al-Hijjah Ali al-Zhahab ila Kufer Abi Talib)* (Qom, Dar-o syed al Shuhada' lil-Nashr, 1410 AH), 243; Mirza Habibullah, Hashmi Khooi, *Minhaj al-Baraa't fi Sharh Nahaj al-Balagha*, Vol. 17, Chaap. 4 (Tehran, Maktabat al Iislamiyah, 1400 AH), 342.

فخار بن معد، الموسوی، *إیمان ابی طالب (الحجۃ علی الذاہب إلی کفر ابی طالب)* (قم، دار سید الشہداء للنشر، 1410ق)، 243؛ میرزا حبیب اللہ، ہاشمی خوئی، *منہاج البراعۃ فی شرح نہج البلاغۃ*، ج17، چاپ چہارم (تہران، مکتبۃ الاِسلامیۃ، 1400ق)، 342۔

21. Muhammad bin Jarir bin Rustam, Tabari Amli Kabir, *Al-Mustarashad fi Imamate Ali bin Abi Talib A.S* (Qom, Muasasat- al Wasif, 1415 AH), 333; Muhammad bin Muhammad, Mufeed, *al-Fusul al-Mukhtarah* (Qom, Almutamar al Alami lil Shaykh al Mufid, 1413 AH), 171; Muhammad bin Ali, Karajki, *Kunz al-Fawaid*, Vol. 1 (Qom, Nushurat wa aldhakhayir, 1410 AH), 271; Muhammad bin Ahmad, Fatal Neshaburi, Razat al-Waazeen wa Basirat al-Mutazeen, Vol. 1 (Qom, Antisharat Razi., 1375 SH), 86; Muhammad bin Ali, Ibn Shahr Ashub Mazandarani, *Manaqib Al Abi Talib A.S*, Vol. 2 (Qom, Nashar-e-Allama, 1379 SH), 19; Ahmad bin Ali, Tabarsi, *Al-Hitajaj Ali Ahl al-Jajj*, Vol. 1, 124; Ibn Abi al-Hadid, *Sharh Nahj al-Balaghah* Ibn Abi al-Hadeed, Vol. 13, 269.

محمد بن جریر بن رستم، طبری آملی کبیر، *المسترشد فی إمامۃ علیّ بن ابی طالب علیہ السلام* (قم، مؤسسۃ الواصف، 1415ق)، 333؛ محمد بن محمد، مفید، *الفصول المختارۃ* (قم، المؤتمر العالمی للشیخ المفید، 1413ق)، 171؛ محمد بن علی، کراجکی، *کنز الفوائد*، ج1 (قم، نشورات و الذخائر، 1410ق)، 271؛ محمد بن احمد، فتال نیشابوری، *روضۃ الواعظین و بصیرۃ المتعظین*، ج1 (قم، انتشارات رضی، 1375ش)، 86؛ محمد بن علی، ابن شہر آشوب مازندرانی، *مناقب آل ابی طالب*

علیہم السلام، ج 2 (قم، نشر علامہ، 1379 ق)، 19؛ احمد بن علی، طبرسی، الاِحتجاج علی اہل اللجاج، ج 1، 124؛ ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید، ج13، 269۔

22. Muhammad bin Yaqoob, Klini, Kafi, Vol. 1 (Qom, Dar al-Hadith, 1429 AH), 306.

محمد بن یعقوب، کلینی، کافی، ج1 (قم، دار الحدیث، 1429 ق)، 306۔

23. Allama Muhammad Baqir bin Muhammad Taqi, Al-Majalsi, *Bihar al-Anwar*, Vol. 35 (Burit, Dar Ihya Al-Turath al-Arabi, 1403 AH), 148.

علامہ محمد باقر بن محمد تقی، مجلسی، بحار الانوار، ج35 (بیروت، دار احیاء التراث العربی، 1403ق)، 148۔

امام خمینیؒ کی نظر میں تاریخ نویسی اور تاریخ سے عبرت آموزی کی اہمیت

The Importance of Historiography and Learning from History from Imam Khomeni's Viewpoint

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Syed Rameez-ul Hassan Mosvi
Director Noor-ul Huda Markaz-e Tehqeeqat, Islamabad.
E-mail: rameez2018.pk@gmail.com

Abstract:

There are many verses in the holy Quran regarding the importance of history. The holy imams (peace be upon them) have also called for learning from history in their decrees. For example, Amirul Momineen Ali (A.S.) has ordered to learn lessons from history in his valuable decrees. Imam Khomeini has also understood the value, significance and importance of the history by following divine books like Quran and Nahj-ul-Balagha. And in the light of this, he has guided his revolutionary movement. One of the most important sciences in humanities is "history", about which Imam Khomeini himself has studied deeply. He has also described the important principles and regulations regarding the study of history and historiography. He emphasizes on study history and gaining insight.

The martyrdom of Imam Khomeini's respected father had a profound impact on his thinking that created a special political consciousness in him. The historical experiences of the Iranian nation and other nations, especially the historical experiences of the Shiites, are the most important foundations of Imam Khomeini's leadership and political thoughts. For example, they

consider the movement of Mashrutiyat as the biggest lesson for the Islamic revolution. In the statements of Imam Khomeini, we can see the importance of history writing, the threats of history writing, the role of the people and religious scholars in history writing, the importance of learning from history and Qur'anic narration of historical events, importance of learning from the campaigns of the holy Prophet (PBUH). Imam Khomeini advise us to learn from the history of the prophets and their opponents.

Key words: Khomeini, History, Historiography, Mashrutiyat, Islamic Revolution.

خلاصہ

تاریخ کی اہمیت کے متعلق قرآن مجید میں بہت سی آیات ہیں۔ ائمہ طاہرین علیہم السلام نے بھی اپنے فرامین میں تاریخ سے عبرت آموزی کی دعوت دی ہے۔ مثلاً امیر المؤمنین علیؑ اپنے گرانقدر فرامین میں تاریخ سے عبرت حاصل کرنے کا حکم دیا ہے۔ امام خمینیؒ نے بھی قرآن مجید اور نہج البلاغہ جیسی الٰہی کتابوں سے استفادہ کرتے ہوئے تاریخ کی قدر و منزلت و اہمیت کو سمجھا ہے۔ اور اسی کی روشنی میں اپنی انقلابی تحریک کی رہنمائی کی ہے۔ انسانی علوم میں ایک اہم علم ''تاریخ'' ہے جس کے بارے میں امامؒ نے جہاں خود بھی گہرا مطالعہ کیا ہے وہاں مطالعہ تاریخ اور تاریخ نویسی کے حوالے سے اہم اُصول و ضوابط بھی بیان کئے ہیں اور انہی اُصولوں کی روشنی میں تاریخی مطالعہ کرنے اور بصیرت حاصل کرنے کی تاکید کی ہے۔

امام خمینیؒ کے والد گرامی کی شہادت نے اُن کی سوچ پر گہرے اثرات مرتب کئے اور اُن کے اندر خاص سیاسی و اجتماعی شعور پیدا کر دیا تھا۔ ایرانی قوم اور دوسری قوموں کے تاریخی تجربات خاص کر شیعوں کے تاریخی تجربات ہی امام خمینیؒ کی رہبری اور سیاسی افکار کے اہم ترین مبانی ہیں۔ مثلاً وہ مشروطیت کی تحریک کو انقلاب اسلامی کے لئے سب سے بڑی عبرت قرار دیتے ہیں۔ امام خمینیؒ کے بیانات میں ہمیں تاریخ نویسی کی اہمیت، تاریخ نویسی کی آفات، تاریخ نویسی میں عوام اور علمائے دین کا کردار، تاریخ سے عبرت آموزی کی اہمیت، قرآن اور غزوات رسولؐ سے عبرت اور انبیاء اور مخالفین انبیاء کے تذکرے سے نصیحت جیسے عناوین ملتے ہیں جو تاریخ سے عبرت آموزی کا درس دیتے ہیں۔

کلیدی کلمات: امام خمینیؒ، تاریخ، تاریخ نویسی، تحریف، مشروطیت، انقلاب اسلامی۔

مقدمہ

اس سے پہلے کہ ہم تاریخ نویسی کے اصول و ضوابط اور اس سے عبرت آموزی کے بارے میں امام خمینیؒ کے افکار و نظریات پیش کریں۔ خود تاریخ کا اصطلاحی معنیٰ اور اس مقالے میں تاریخ سے عبرت آموزی کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ لغت میں ایک دن رات، مہینے کے ایک دن یا کسی چیز کے ظہور کے وقت کو تاریخ کہتے ہیں یا پھر وہ فن یا کتاب جس میں بادشاہوں اور مشہور آدمیوں کے حالات پیدائش و وفات درج ہوں، اسی طرح روایات، قصے اور افسانے بھی تاریخی کہلاتے ہیں۔[1] اور اصطلاح میں انسانوں کی زندگی میں پیش آنے والے واقعات و تحولات کے مطالعے نیز سیاسی و اجتماعی میدان میں انسانی زندگی کے مختلف حالات و واقعات کی تحقیق و توصیف اور اُنہیں ثبت کرنے کو تاریخ کہا جاتا ہے۔[2]

عبرت، عَبَر سے ہے جس کا مطلب ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف جانا ہے۔ اعتبار یا عبرت یعنی وہ حالت کہ جس کے ذریعے محسوس کی شناخت سے غیر محسوس کی شناخت کی جائے۔[3] لہٰذا عِبْرَت، اعتبار سے اسم مصدر ہے جس کا مطلب پند اور نصیحت کو قبول کرنا ہے۔ پس عبرت آموزی سے مراد پند پذیری اور نصیحت حاصل کرنا ہے۔ تاریخ سے عبرت آموزی بھی یہی معنیٰ و مفہوم رکھتی ہے یعنی گذشتہ اقوام کے حالات اور واقعات کا مطالعہ کر کے اُن سے نصیحت اور پند حاصل کرنا۔[4]

تاریخ کی اہمیت کے بارے میں ہمیں قرآن مجید کی بہت سی آیات دکھائی دیتی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام کی تاریخ کو قصص کی صورت میں ذکر کر کے ہمیں تاریخ سے عبرت حاصل کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ اس بارے میں چند آیات ملاحظہ کیجئے:

۱۔ ”قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ“ (11:6)

ترجمہ: ”فرما دیجئے کہ تم زمین پر چلو پھرو، پھر (نگاہِ عبرت سے) دیکھو کہ (حق کو) جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔“

۲۔ ”قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ“ (69:27)

ترجمہ: ”فرما دیجئے: تم زمین میں سیر و سیاحت کرو پھر دیکھو مجرموں کا انجام کیسا ہوا“۔

۳۔ ”قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلُ كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ“ (42:30)

ترجمہ: ”آپ فرما دیجئے کہ تم زمین میں سیر و سیاحت کیا کرو پھر دیکھو پہلے لوگوں کا کیسا (عبرت ناک) انجام ہوا، ان میں زیادہ تر مشرک تھے۔“

۴۔ ”أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْهُمْ وَأَشَدَّ قُوَّةً وَآثَارًا فِي

الْأَرْضِ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ۔" (82:40)

ترجمہ: "سو کیا انہوں نے زمین میں سیر و سیاحت نہیں کی کہ وہ دیکھتے کہ اُن لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو اُن سے پہلے گزر گئے، وہ اِن لوگوں سے (تعداد میں بھی) بہت زیادہ تھے اور طاقت میں (بھی) سخت تر تھے اور نشانات کے لحاظ سے (بھی) جو (وہ) زمین میں چھوڑ گئے ہیں (کہیں بڑھ کر تھے) مگر جو کچھ وہ کمایا کرتے تھے اُن کے کسی کام نہ آیا۔"

۵۔" أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ دَمَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلِلْكَافِرِينَ أَمْثَالُهَا۔" (10:47)

ترجمہ: "کیا انہوں نے زمین میں سفر و سیاحت نہیں کی کہ وہ دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے۔ اللہ نے ان پر ہلاکت و بربادی ڈال دی۔ اور کافروں کے لئے اسی طرح کی بہت سی ہلاکتیں ہیں۔"

یہ سب آیات ہمیں گذشتہ اقوام کی سرگذشت سے عبرت حاصل کرنے کی تاکید کر رہی ہیں۔ اسی طرح ہمارے ائمہ طاہرین علیہم السلام نے بھی اپنے فرامین میں تاریخ سے عبرت آموزی کی دعوت دی ہے۔ مثلاً امیر المؤمنین علی علیہ السلام اپنے گرانقدر فرامین میں تاریخ سے عبرت حاصل کرنے کا حکم دیا ہے اور تاریخ کے مطالعہ کی اہمیت بیان فرمائی ہے۔ امام علیہ السلام کے تاریخ سے متعلق فرامین اتنے اہم ہیں کہ ہمارے معاصر علماء میں سے ایک جلیل القدر عالم دین نے اس موضوع پر ایک گرانقدر کتاب بھی تالیف کی ہے جس کا نام "حركة التاريخ عند الامام على عليه السلام" ہے۔

اس کتاب کے مؤلف لبنان کے محمد مہدی شمس الدینؒ ہیں۔ نہج البلاغہ میں تاریخ کے موضوع پر یہ کتاب قابل مطالعہ ہے۔ امام علی علیہ السلام اپنے فرزند حضرت امام حسن علیہ السلام سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں: "أَيْ بُنَيَّ إِنِّي وَإِنْ لَمْ أَكُنْ عُمِّرْتُ عُمُرَ مَنْ كَانَ قَبْلِي فَقَدْ نَظَرْتُ فِي أَعْمَالِهِمْ وَ فَكَّرْتُ فِي أَخْبَارِهِمْ وَ سِرْتُ فِي آثَارِهِمْ حَتَّى عُدْتُ كَأَحَدِهِمْ بَلْ كَأَنِّي بِمَا انْتَهَى إِلَيَّ مِنْ أُمُورِهِمْ قَدْ عُمِّرْتُ مَعَ أَوَّلِهِمْ إِلَى آخِرِهِمْ . . . "[5]

یعنی: "اے فرزند! اگرچہ میں نے اتنی عمر نہیں پائی جتنی اگلے لوگوں کی ہوا کرتی تھیں، پھر بھی میں نے ان کی کارگزاریوں کو دیکھا، ان کے حالات و واقعات میں غور کیا اور ان کے چھوڑے ہوئے نشانات میں سیر و سیاحت کی، یہاں تک کہ گویا میں بھی انہی میں کا ایک ہو چکا ہوں، بلکہ ان سب کے حالات و معلومات جو مجھ تک پہنچ گئے ہیں ان کی وجہ سے ایسا ہے کہ گویا میں نے ان کے اول سے لے کر آخر تک کے ساتھ زندگی گزاری ہے، چنانچہ میں نے صاف کو گدلے اور نفع کو نقصان سے الگ کر کے پہچان لیا ہے اور اب سب کا نچوڑ تمہارے لئے مخصوص کر رہا ہوں۔"

نہج البلاغہ میں ایسے بیسوں جملے ملیں گے جو تاریخ کی اہمیت کو ظاہر کرتے ہیں لیکن یہاں مزید جملات نقل کرنے کی گنجائش نہیں۔ امام خمینیؒ نے بھی قرآن مجید اور نہج البلاغہ جیسی الٰہی کتابوں سے استفادہ کرتے ہوئے تاریخ کی قدر و منزلت واہمیت کو سمجھا ہے۔ اور اسی کی روشنی میں اپنی انقلابی تحریک کی رہنمائی کی ہے۔

اگرچہ حضرت امام خمینیؒ دنیا کی نظروں میں ایک سیاسی اور انقلابی رہنما کی حیثیت سے پہنچانے جاتے ہیں اور معاصر تاریخ کا بچہ بچہ اُنہیں انقلاب اسلامی ایران کے بانی اور ایک غیر معمولی رہنما اور قائد کے عنوان سے پہنچانتا ہے۔ لیکن امام خمینیؒ کی اس سیاسی جدوجہد اور قیادت کے پیچھے اُن کا گہرا، سیاسی، تاریخی اور اجتماعی شعور اور بصیرت کار فرما ہے۔ اُنہوں نے نہ فقط سیاسی اور اجتماعی انقلاب برپا کیا ہے بلکہ اسلامی و اجتماعی علوم پر بھی گہرے اثرات مرتب کئے ہیں۔ امامؒ نے فقہ سے لے کر فلسفہ و عمرانیات اور دوسرے تمام اسلامی علوم کے بارے میں اظہار نظر کیا ہے اور اپنے پیروکاروں کی جہاں سیاسی رہنمائی کی ہے وہاں علمی اور فکری میدان میں بھی جہت عطا کی ہے۔

تاریخ امام خمینیؒ کا پسندیدہ علم

اس میں کوئی شک نہیں کہ انسانی علوم میں ایک اہم علم ''تاریخ'' ہے جس کے بارے میں امامؒ نے جہاں خود بھی گہرا مطالعہ کیا ہے وہاں مطالعہ تاریخ اور تاریخ نویسی کے حوالے سے اہم اُصول و ضوابط بھی بیان کئے ہیں اور انہی اُصولوں کی روشنی میں تاریخی مطالعہ کرنے اور بصیرت حاصل کرنے کی تاکید کی ہے۔ لٰہذا تاریخ امام خمینیؒ کے پسندیدہ علوم میں سے ہے اُنہوں نے اپنے علمی مباحث میں تاریخی متون کے مطالعہ اور تاریخ سے عبرت حاصل کرنے کی تاکید کی ہے وہ اپنے پیغامات میں عموماً تاریخی واقعات اور حکایات سے استفادہ کرتے تھے۔ اُنہوں نے اپنی ایک تقریر کے دوران صدر اسلام کی تاریخ سے مثالیں پیش کی ہیں اور تاریخی واقعات کا حوالہ دیا ہے۔[6]

امام خمینیؒ کے تاریخی مطالعات

۱۲۹۹ شمسی میں امام خمینیؒ حوزہ علمیہ اراک میں داخل ہوئے۔ جہاں وہ آیت اللہ العظمی عبدالکریم حائری (۱۳۵۵ھ) جیسے اساتیذ سے بہرہ مند ہوئے۔ اسی دوران اُنہوں نے ایران اور دنیائے اسلام کے حالات و مشکلات کا مطالعہ بھی شروع کر دیا۔ وہ ایران اور اسلامی ممالک کے اجتماعی و سیاسی حالات کے بارے میں شروع ہی سے بہت حساس تھے۔ وہ پوری دنیا کے حالات سے آگاہی رکھتے تھے اور اس سلسلے میں اُن کی دلچسپی سب پر عیاں تھی وہ اخبارات اور سیاسی جرائد کا مطالعہ کرتے اور سیاسی تحولات سے آگاہی رکھتے تھے چونکہ امامؒ نے بچپن میں ہی اپنے والد گرامی کو ہاتھ سے کھو دیا تھا جو ملک پر حاکم ظالمانہ سیاست کا نشانہ بن گئے تھے اور اُنہیں ظالم حاکموں کے کارندوں کے ہاتھوں جام شہادت نوش کرنا پڑا۔ والد گرامی کی شہادت نے امام خمینیؒ کی سوچ پر گہرے اثرات

مرتب کیئے اور اُن کے اندر خاص سیاسی و اجتماعی شعور پیدا کر دیا تھا۔ وہ ایران اور معاصر ممالک کے حالات کا مطالعہ کرتے اور وقوع پذیر ہونے والی تاریخ کو دیکھ رہے تھے۔ پردہ کے خلاف رضا خان کے اقدامات، قم و اصفہان اور مشہد میں مذہبی تحریکوں کے خلاف رضا خانی استبداد کے دباؤ اور مذہب مخالف اقدامات نے امامؒ کو بہت رنجیدہ کر دیا تھا۔ اس بارے میں رسول جعفریان لکھتے ہیں:

"اس دور کے بارے میں امام خمینیؒ نے جو تاریخی مثالیں دی ہیں اور اُن کے تاریخی بیانات میں جو تکیہ کلام ہے اُس سے اس دور کی اہمیت کا پتا چلتا ہے اور یہی دور امام کے سیاسی افکار کو تشکیل دینے کا باعث بنا ہے۔ درواقع امامؒ نے جو کچھ اسلام سے حاصل کیا ہے، اس کے علاوہ اُنہوں نے اس سیاسی ماحول میں مختلف مسائل و مشکلات کو دیکھا ہے اور انہی تجربات سے اُن کی بینادی سیاسی و تاریخی سوچ تشکیل پائی ہے جس نے پہلوی حکومت کے مقابلہ کرنے میں ان کے مؤقف پر گہرے اثرات مرتب کیئے ہیں۔"[7]

امامؒ اصیل و قدیم تاریخی منابع کا مطالعہ کرنے کے ساتھ ساتھ تاریخ اسلام کے بارے میں جدید تالیف شدہ کتابوں کا بھی مطالعہ کرتے تھے۔ بعض اوقات اُنہوں نے اپنے بیانات میں جدید لکھی گئی تاریخی کتابوں کی طرف اشارہ بھی کیا ہے مثلاً اُنہوں نے اس دور کی ایک متنازع اور معرکۃ الآراء کتاب "شہید جاوید" کے بارے میں اپنے نکتۂ نظر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۱۳۴۳ شمسی میں ترکی میں جلاوطنی کے دوران ساواک کی جانب سے مشکلات کے باوجود امام نے ایک لحظہ بھی تاریخی مطالعات سے غفلت نہیں کی۔ ساواک کی اسناد کے مطابق جب امام خمینیؒ ترکی میں قیام پذیر تھے اُنہوں نے آیت اللہ لواسانی (۱۳۶۹ھ) کے ذریعے "کتاب تاریخ وتمدن اسلامی" کی پانچ جلدیں اور ساتھ ہی "مفاتیح الجنان" بھی منگوائی۔ یہ کتابیں ساواک نے بہت زیادہ چھان بین کے بعد امامؒ کے سپرد کیں۔[8]

امام خمینیؒ کی رہبری کے اہم ترین اصول

ایرانی قوم اور دوسری قوموں کے تاریخی تجربات خاص کر شیعوں کے تاریخی تجربات ہی امام خمینیؒ کی رہبری اور سیاسی افکار اور اعمال کے اہم ترین اصول ہیں۔ مثلاً وہ مشروطیت کی تحریک کو انقلاب اسلامی کے لئے سب سے بڑی عبرت قرار دیتے ہیں اور علمائے دین کے درمیان اختلاف کو اس تحریک کی شکست کا سب سے بڑا سبب سمجھتے ہیں اور اپنے دور کے علماء کو تفرقہ کے عظیم خطرات کے بارے میں خبر دار کرتے ہیں:

"تاریخ ہمارے لئے درس عبرت ہے۔ آپ جب مشروطیت کی تاریخ کا مطالعہ کریں گے تو دیکھے گے کہ مشروطیت کی تحریک جب شروع میں آگے بڑھنے لگی تو بعد میں کچھ ہاتھ ایسے آئے کہ جنہوں نے تمام ایرانی عوام کو دو طبقوں میں تقسیم کر دیا، نہ فقط ایران بلکہ نجف کے بزرگ علماء میں سے بھی کچھ

مشروطیت کے حامی تھے اور کچھ اس کے دشمن۔ خود ایران کے علماء میں سے بھی مشروطیت کے طرفدار تھے اور کچھ اس کے مخالف بن گئے تھے۔ اہل منبر کا ایک گروہ مشروطیت کے خلاف بول رہا تھا اور دوسرا گروہ استبداد کے خلاف تھا۔

ہر گھر میں اگر دو بھائی تھے تو ایک جگہ یہ مشروطیت کا حامی تھا اور دوسرا استبداد کا۔ اور یہ سب (تفرقے کا) ایک منصوبہ تھا اور اس منصوبے نے اپنا اثر دکھایا اور اس نے مشروطیت کو اُس طرح نافذ نہیں ہونے دیا جس طرح بزرگ علماء نے اس کا پلان بنایا تھا۔ اُن تک یہ خبریں پہنچائی گئیں کہ مشروطیت پسندوں کو دبا دیا گیا ہے یہاں تک کہ ایران میں "حاج فضل اللہ نوریؒ" جیسے عالم دین صرف اس لئے اسی تہران میں پھانسی پر لٹکا دیئے جاتے ہیں چونکہ وہ اس مشروطیت کے قائل تھے جو شریعت کے مطابق ہو نہ کہ شرق و غرب سے آنے والی مشروطیت اُنہیں قبول نہیں تھی۔ جب اُنہیں پھانسی دی گئی تو لوگ رقص کر رہے تھے اور تالیاں بجارہے تھے۔"۔۔الخ

تحریک مشروطیت

جیسا کہ ایران کی سیاسی تاریخ میں تحریک مشروطیت کو اہم مقام حاصل ہے۔مشروطیت کا اصطلاحی معنیٰ قانون کی حکومت ہے۔مشروطہ اس سیاسی حکومت کو کہا جاتا ہے جس میں اقتدار اور قدرت قانون کے دائرے میں ہوتا ہے اور یہ اصطلاح استبداد اور آمریت کے مقابلے میں استعمال ہوتی ہے۔ قانونی حکومت یعنی مشروطیت کا فرمان اور تمام طبقات پر مشتمل پارلیمنٹ کا حکم نامہ ۱۴ جمادی الثانی ۱۳۲۴ھ کو مظفر الدین شاہ قاچار کے ذریعے صادر ہوا تھا۔امام خمینیؒ نے تحریک مشروطیت کی کامیابی اور شکست میں عوام، روشن فکروں اور علماء کے مثبت اور منفی کردار کو اہم قرار دیا ہے۔

اُنھوں نے تحریک مشروطیت سے عبرت آموزی کی تاکید کرتے ہوئے تاکید کی ہے کہ یہ تحریک کی کامیابی فقط سلطنت اور اقتدار کے محدود اور قانون کے برقرار ہونے سے ممکن ہے نہ کہ حکومت کے تبدیل ہونے سے۔امامؒ کے نزدیک مغربی افکار و نظریات کا نفوذ، استبدادی افکار کا نفوذ، اسلامی افکار کی تضعیف، اس تحریک کے راہنماؤں میں تفرقہ اور اغیار کی دخالت اس تحریک کی شکست کے اہم اسباب ہیں۔ امامؒ تحریک مشروطیت کی شکست سے عبرت حاصل کرنے کو اہم سمجھتے ہیں نہ اس تحریک کی تاریخ کا مطالعہ کرنے کو۔[9]

امام خمینیؒ آیت اللہ مرزا شیرازیؒ کی تحریک تنباکو کہ جو برطانوی استعمار کے مفادات پر ایک کاری ضرب تھی، کی مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مرزا شیرازی" کے وقت بھی یہی کام کرنا چاہتے تھے۔ جب مرزا مرحوم نے تنباکو نوشی پر پابندی لگائی تو شیاطین عوام میں گھس گئے اور اس مسئلے کو یہاں تک پہنچا دیا (اور اس قدر پروپیگنڈا کیا) کہ کچھ اہل علم بعض شہروں میں حقہ لے کر منبر پر جا پہنچے۔ جیسا کہ کہاجاتا ہے مرزا مرحوم کے حکم کے خلاف منبر پر حقہ پیا گیا۔ لیکن مرزا شیرازیؒ کی قدرت و طاقت غیر معمولی تھی۔ دوسری طرف مرزا آشتیانی جیسے اُن کے حامی بھی بہت زیادہ قدرت مند تھے لہٰذا یہ (شیاطین) وہاں کچھ نہیں کر سکے...

ایران میں بھی اُنھوں نے علماء کے درمیان اسی قسم کا اختلاف پیدا کیا اور یہ خود بخود نہیں ہوا بلکہ ان کے درمیان اختلاف پیدا کیا گیا۔ ہمیں اس تاریخ سے سبق لینا چاہیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص آپ کے درمیان، علماء اور عوام کے درمیان فتنہ پیدا کر دے، اور خدا نہ کرے کہ جو کچھ تحریک مشروطیت میں ہوا وہی آج ایران میں بھی ہو۔ "[10]

تاریخ نویسی کی اہمیت

امام خمینیؒ کی نظر میں تاریخ نویسی ایک ضروری فریضہ ہے اور ہر زمانے میں امانتدار اور دقیق مؤرخین کو یہ ذمہ داری پوری کرنی چاہیے اور وہ اپنے زمانے کے تجربات کو لکھنے کا فریضہ ادا کریں۔ اگر تاریخ نہ لکھی جائے یا ناقص لکھی جائے تو آئندہ نسلیں اپنی تہذیب و ثقافت اور اپنی پہچان کے بارے میں سخت ترین مشکلات سے دوچار ہو جائیں گی۔ اس کے علاوہ ایک قوم و ملت کا ماضی ہی ختم ہو جائے گا کہ جو اس کے حال کی تکمیل کرتا ہے۔[11] امام خمینیؒ کی تعبیر کے مطابق "جس طرح آج ہمارے لئے روشن اور واضح ہے وہ آئندہ نسلوں کے لئے مبہم ہو جائے گا؛ تاریخ آئندہ نسلوں کے لئے روشنی اور چراغ کی حیثیت رکھتی ہے۔"[12]

تاریخ نویسی کی ایک بڑی آفت

البتہ امام خمینیؒ کے نزدیک تاریخ نویسی کو دقیق و محققانہ اور ذاتی اغراض سے پاک ہونا چاہیے۔ امام خمینیؒ کہتے ہیں کہ آج تاریخ حکمرانوں کی خدمت کے لئے استعمال ہو رہی ہے اور غربی و شرقی قوتوں کی خدمت کر رہی ہے اور یہ ہی تاریخ نویسی کی سب سے بڑی آفت ہے کہ از سفاک و ظالم ترین لوگوں کو نیکی و عدل کا نمونہ بنا کر پیش کر رہی ہے۔[13]

جب امام خمینیؒ سید حمید روحانی کو اسلامی انقلاب کی تاریخ لکھنے کی ذمہ داری سونپتے ہیں تو اُنہیں تاریخ نویسی کی ایک بڑی آفت کے بارے میں خبردار کرتے ہیں اور وہ تاریخ کی تحریف ہے کہ جو مختلف قسم کے محرکات کی وجہ

سے امکان پذیر ہے۔ اگر مؤرخ حکمرانوں کی خوشامد کی وجہ سے تاریخی واقعات کو اُلٹا ذکر نہ بھی کرے لیکن ہو سکتا ہے۔مذہبی تعصب اور قومی و لسانی تعصّبات کی وجہ سے تحریف تاریخ کا مرتکب ہو جائے۔
اس بارے میں امام خمینیؒ کہتے ہیں: ''آپ کو ایک مؤرخ کی حیثیت سے یاد رکھنا چاہیے کہ آپ کے اوپر کس قدر عظیم ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اکثر مؤرخین جس طرح چاہتے ہیں یا اُن کو جو حکم ملا ہے تاریخ لکھ رہے ہیں نہ اُس طرح جیسے وہ وقوع پذیر ہوئی ہے۔ وہ پہلے سے جانتے ہیں کہ اُن کی کتاب کس نتیجہ تک پہنچے گی اور آخر کار وہ اسی نتیجہ تک پہنچتی ہے۔ حمید روحانی کے نام اسی خط میں لکھتے ہیں: ''مجھے اُمید ہے کہ آپ پوری دقت کے ساتھ ایران کے بہادر عوام کے اسلامی انقلاب کے واقعات سے بھری ہوئی حماسہ آفرین تاریخ اُسی طرح لکھیں گے جس طرح وہ وقوع پذیر ہوئی ہے۔

تاریخ نویسی میں عوام اور علمائے دین کا کردار

اسلامی انقلاب کی تاریخ نویسی کے وقت مورخ کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اس عوامی تحریک کی تاریخ کو اُسی طرح لکھے جس مقصد کی خاطر یہ تحریک اور قیام برپا ہوا ہے۔ انقلاب کی مستند تاریخ نویسی امام خمینیؒ کی ایک اہم آرزو تھی تاکہ آنے والی نسلیں اس انقلاب کو بغیر کسی تحریف اور ملاوٹ کے سمجھ سکیں۔ بہت سے مؤرخین تاریخ کو بادشاہوں اور شہزادوں اور درباری خواص تک محدود رکھتے ہیں اور اس میں عوامی کردار کو نظرانداز کر دیتے ہیں۔ لیکن امام خمینیؒ ایسی تاریخ نویسی کو مستند نہیں سمجھتے،اُن کے نزدیک تاریخ مشہورات، متشابہات و متواترات پر تکیہ کئے بغیر معقولات و مستندات اور محسوسات کے مطابق لکھی جانی چاہیے۔ [14]

واقعات کے شاہد عوام؛ تاریخ نویسی کا اہم منبع

اُن تاریخی منابع کے برعکس کہ جو فقط کسی حکومت اور صاحب اقتدار شخصیت سے وابستہ خواص اور کارندوں کے ذریعے روایت کئے جاتے ہیں، امام خمینیؒ کے نزدیک جن لوگوں کے سامنے کسی قوم و ملت کے تاریخی واقعات وقوع پذیر ہوتے ہیں وہی اس کا بہترین منبع قرار پاتے ہیں۔ امامؒ (مؤرخ انقلاب اسلامی) حمید روحانی کے نام خط میں لکھتے ہیں:

> ''اگر آپ مظلوم عوام کی زبان سے انقلاب اسلامی کے مختلف مواد پر مشتمل آواز اور فلم سے تاریخ کو دستاویزی شکل دے سکتے ہیں تو آپ نے ایران کی تاریخ میں ایک اچھا اور لائق تحسین کام کیا ہے۔ ہمارے اسلامی انقلاب کی تاریخ کی بنیادیں جیسا کہ انقلاب خود ان برہنہ پا اور سپر پاورز کے خلاف لوگوں کے کندھوں پر ہونا چاہیے۔آپ کو یہ (تاریخ کے ذریعے) دکھانا ہو گا کہ (یہ ستم دیدہ) عوام کس طرح ظلم و ستم،بے عدالتی اور پسماندگی کے خلاف اٹھے ہیں۔'' [15]

تاریخ سے عبرت آموزی کی اہمیت

امام خمینیؒ کی نظر میں تاریخ اس وقت اہمیت رکھتی ہے جب اُس سے عبرت حاصل کی جائے۔ امام خمینیؒ اپنی کتاب تقریرات فلسفہ میں "حکمت نقل قصص در قرآن" کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

"قرآن ایک ایسی کتاب ہے جو مختلف طریقوں سے انسانی سعادت کے راستوں کو بیان کرتی ہے۔ کبھی احکام کی شکل میں اور کبھی قصوں اور حکایات کی صورت میں۔ قرآن نے انبیائے کرام کے جو قصے بیان کیے ہیں وہ تاریخی پہلو سے بیان نہیں کیے چونکہ قرآن تاریخ کی کتاب نہیں ہے۔ اور اس میں حضرت آدمؑ کے حالات تاریخ جاننے کے لئے ذکر نہیں ہوئے ہیں کیونکہ اس بات کا ہم سے کیا تعلق کہ فلاں واقعہ فلاں طریقہ سے وقوع پذیر ہوا ہے۔ بلکہ شیطان کے ساتھ قصہ آدمؑ کا ذکر ہماری تنبیہ کے لئے ہے تاکہ ہم جان لیں کہ اگر کوئی جنت سے نکلا ہے تو وہ دوبارہ کس طرح جنت میں داخل ہو سکتا ہے۔اور کس طرح بارگاہ خدا سے انسان کو اخراج کرنے کے لئے مخاطب قرار دیا جاتا ہے؟ اور کون سی انسانی صفت غفران کا سبب بنتی ہے؟ اور کون سی صفات لعن کا باعث بنتی ہیں؟

قرآن مجید انبیائے کرام کے قصص اور حکایات میں ہمارے لیے نمایاں اور قابل ذکر شخصیات کو ذکر کرتا ہے تاکہ ہم جان سکیں کہ کائنات کی نمایاں شخصیات نے کہ جو انسان کے مربی تھے کس طرح خود تربیت حاصل کی ہے اور اُن کا طریقۂ (تربیت) کیا تھا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس قدر سیر و سفر کے بعد منبر پر بیٹھتے ہیں اور لوگوں کو وعظ کرتے ہیں اس وقت ان کے دل میں خیال آتا ہے کہ میں کہاں سے کہاں پہنچ گیا ہوں اور کس قدر بزرگ اور افضل بن چکا ہوں تو فوراً حکم ملتا ہے کہ منبر سے اُتر جاؤ چونکہ تم ابھی ناقص ہو جاؤ تربیت حاصل کرو جب تربیت حاصل کر لو تو پھر آ کر تربیت کرو۔ وہ فوراً منبر سے اُتر پڑے۔

لوگوں نے بہت زیادہ التماس کی کہ ابھی نہ جاؤ، آپ نے فرمایا: نہیں مجھے ابھی جانا چاہیے لہٰذا اس کے بعد حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا اور اُن سے کس قدر زیادہ تربیت حاصل کی۔ اس آیہ مجیدہ میں کس قدر آداب تعلم ذکر ہوئے ہیں کہ جس میں اُن کے حالات کو ذکر کیا گیا ہے: "قَالَ لَهُ مُوسَى هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَى أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْداً" (66:18)[16] یعنی: موسی نے اُن سے پوچھا کہ آیا میں تمہاری پیروی کر سکتا ہوں کہ جو رُشد آپ کو تعلیم دیا گیا ہے، آپ مجھے بھی وہ سکھلا دیں؟"

امام خمینی اپنی کتاب شرح چہل حدیث میں لکھتے ہیں: "جان لو بہت سے ایسے علوم ہیں جن کو ایک لحاظ سے علوم ثلاثہ کے اندر شامل کیا جا سکتا ہے جن کا رسول خداﷺ نے ذکر فرمایا ہے، مثلاً علم طب اور تشریح الابدان، نجوم و فلکیات، ہیئت وغیرہ کو اگر ہم ان چیزوں کو آیت و علامت سمجھیں تو یہ چیزیں

انہیں علوم میں داخل ہیں اور علم تاریخ وغیرہ کو اگر بنظر عبرت ان کی طرف مراجعہ کریں تو وہ ''آیت محکمہ'' میں داخل ہوں گے۔''[17]

شرح حدیث جنود عقل و جہل میں امامؒ غضب کے علاج کے سلسلے میں لکھتے ہیں: '' اس فاسد عنصر (جو تمام خرابیوں کا منبع ہے) کا خاتمہ کرنے کے لئے انسان جس قدر ریاضت کرے مناسب اور بجا ہے۔ اسے جڑسے اکھاڑنے کے لئے گذشتہ لوگوں کے حالات میں غور اور قرآنی حکایتوں میں تفکّر بہترین راہ علاج ہے۔ سلطنت، عظمت، جاہ و جلال اور مال و منال کے حامل افراد (جو چند دن ان چیزوں سے استفادہ کرکے چلے گئے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان کی حسرت اور ان کے بُرے نتائج کے ساتھ قبروں میں دفن ہو گئے) کے حالات سے عبرت حاصل کرنا بیدار لوگوں کے لئے بہترین درس ہے۔ ''[18]

قرآن اور غزوات رسولؐ سے عبرت

امام خمینیؒ کے نزدیک قرآن میں جو غزوات رسول ﷺ کا تذکرہ ملتا ہے یہ درحقیقت ان غزوات میں غور و فکر کی دعوت ہے تاکہ ان سے عبرت حاصل کی جائے۔ اس بارے میں امامؒ کہتے ہیں: '' اور انہی نصیحت و عبرت کی باتوں میں رسول خدا ﷺ کے غزوات بھی شامل ہیں یا ان کا علیحدہ باب ہے۔ ان غزوات میں بہترین نکات پوشیدہ ہیں کہ ان میں سے ایک رسول خدا ﷺ کے غزوات کا احوال بھی شامل ہے جو مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے، انہیں راہ خدا میں اس کے دشمنوں سے جنگ کرنے، حق کے نفاذ اور باطل کو نابود کرنے پر انہیں ابھارنے کے لئے بہت مؤثر ہیں۔ ''[19]

انبیاء اور مخالفین انبیاء کے تذکرے سے نصیحت

امامؒ قرآن میں انبیائے کرام علیہم السلام اور اُن کے مخالفین کے تذکرہ کو بھی عبرت اور نصحیت آموز قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اس نورانی صحیفے کے اہم مطالب میں سے کفار اور حق و حقیقت کے منکروں، مخالفوں، انبیاء و اولیاء علیہم السلام کے دشمنوں مثلاً فرعون، قارون، شدّاد، اصحاب فیل، دیگر کافروں اور فاجروں کے عقاب کی کیفیت اور ان کی ہلاکت و تباہی کے احوال کو اس طرح بیان کرنا ہے کہ عذاب و ہلاکت کی ہر کیفیت اس کے اہل کے لئے نصیحت اور حکمت و دانائی بلکہ معرفت کی باتوں کا درجہ رکھتی ہو۔ ابلیس ملعون کا قصہ بھی اسی باب سے تعلق رکھتا ہے۔[20]

انبیاء کے تاریخی قصے اور ان کا تربیتی اثر

امام خمینیؒ قرآنی قصص کی انسانی تربیت پر تاثیر کو اہم قرار دیتے ہیں اور قرآن کے اس تاریخی و تربیتی پہلو پر روشنی

ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مجموعی طور پر انبیاء علیہم السلام کے قصوں کو ذکر کرنا، ان کے سیر و سلوک کے حالات، خدا کے بندوں کے لئے ان کی تربیت، ان کی حکمتیں، مواعظ اور خوبصورت بخشیں معرفت اور حکمت و دانائی کے وہ عظیم ابواب اور سعادت و تعلیم کے ایسے بلند و بالا دروازے ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے کھولا ہے۔ اس وادی میں اہل معرفت اور سلوک و ریاضت کے مسافروں کے لئے بہرہ مند ہونے کے کثیر مواقع ہیں۔ ان کے علاوہ دوسرے لوگ بھی اس ختم نہ ہونے والی فضیلت میں شریک ہیں۔ مثلاً اہل معرفت ذیل کی آیۂ کریمہ سے حضرت ابراہیمؑ کے معنوی سیر و سلوک کا ادراک کرتے ہیں:

(فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَءَا كَوكَباً...) (76:6)

ترجمہ: "پس جب ان پر رات کی تاریکی چھا گئی، انہوں نے ایک ستارہ دیکھا۔"

خدا وند عالم کی راہ سلوک میں قدم اٹھانے اور اس عظیم بارگاہ کی جانب سفر کی تعلیم دیتے ہیں اور آفاق میں سیر و سلوک کو طبیعت و مادے کے آخری درجات کہ جنہیں اس مسلک میں (فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْل) (جب ان پر رات کی تاریکی چھا گئی) سے تعبیر کیا گیا ہے، سے لے کر انانیت، اناپرستی و خودپسندی کے ترک اور مقام قدس تک پہنچنے اور خدا کی محفل انس میں داخل ہونے کے تمام مراحل و درجات کو سمجھتے اور درک کرتے ہیں کہ جس کی جانب اس مسلک میں (وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰاتِ...) (79:6) ترجمہ: "میں نے اپنا چہرہ اس کی جانب کیا ہے جو آسمانوں کا پیدا کرنے والا ہے۔" سے اشارہ کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی دوسرے افراد بھی انہی آیات سے خلیل خدا حضرت ابراہیمؑ کی آفاقی سیر اور ان کی تربیت و تعلیم کے انداز اور اسلوب کو سمجھتے ہیں۔

اسی طرح تمام قرآنی قصے اور حکایات مثلاً حضرت آدمؑ (کی خلقت و توبہ)، حضرت ابراہیمؑ (کے توحیدی دلائل و جہاد)، حضرت موسیٰؑ (کا فرعون کے خلاف قیام کرنا) حضرت عیسیٰؑ (کی اخلاقی تعلیمات)، حضرت یوسفؑ (کا پاک دامنی، طرز حکومت اور بھائیوں کی خطاؤں سے چشم پوشی) اور (حضرت موسیٰؑ) حضرت خضرؑ سے ملاقات (اور حصول علم) کے ایک دوسرے سے مختلف قصے اہل معرفت و ریاضت اور راہ خدا میں جدوجہد کرنے والوں کے لئے استفادہ کے بہترین ذرائع ہیں۔ اس مقام پر جہاں جہاں اس نے مناسب جانا اپنی لسان قدرت سے بندوں کو معرفت الٰہی اور

اس کی توحید و پاکی بیان کرنے کی جانب مثلاً سورۂ مبارکہ توحید، سورۂ حشر کی آخری اور سورۂ حدید کی ابتدائی آیات اور اسی طرح اس کتاب خدا کی دیگر آیات کی مانند دعوت دی ہے کہ خدا کے لئے دھڑکنے والے دلوں اور پاکیزہ ماضی کے حامل افراد اس مقام میں بہرۂ کامل رکھتے ہیں۔
مثلاً اہل معرفت اس آیۂ کریمہ (وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِراً إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى الله) (100:4) ترجمہ: "اور جو کوئی اپنے گھر سے خدا اور رسولؐ کی طرف ہجرت کے ارادے سے نکلے اور اسے اس راہ میں موت بھی آ جائے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے"۔سے نافلہ وفریضہ کے قرب کا معنی مراد لیتے ہیں جبکہ دوسرے افراد بدن سے خروج اور مثلاً مکہ یا مدینہ کی جانب ہجرت سمجھتے ہیں یا خدا وند عالم نے تہذیب نفس اور باطنی ریاضت کی جانب مثل آیۂ کریمہ (قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا) (91: 9،8) ترجمہ: "بے شک وہ کامیاب ہو گیا جس نے نفس کو پاکیزہ بنا لیا اور نامراد ہو گیا جس نے اسے آلودہ کر دیا"۔ اور عمل صالح بجا لانے کی طرف دعوت دی ہے اور یہ سب باتیں اپنی اپنی جگہ معلوم ہیں۔ خدا وند عالم نے ان تمام بیان شدہ امور کے مقابلے میں موجود چیزوں سے خوفزدہ اور خبردار ہونے کی طرف دعوت دی ہے اور اس حصے میں حضرت لقمان دیگر حکما اور مومنین کی حکمت و دانائی کی باتیں مثلاً اصحاب کہف کے قصے بھی شامل ہیں جو اس صحیفۂ الٰہی کے مختلف پاروں میں مذکور ہیں۔[21]

تاریخ انبیاء کے مطالعہ کی ضرورت

امامؒ کے نزدیک ایک اہم بحث انبیاء و اولیاء (علیہم السلام) کی تاریخ ہے۔ وہ اپنی تحریروں اور بیانات میں بار بار تاریخ انبیاء میں غور و فکر کرنے اور اس سے عبرت حاصل کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔شرح حدیث جنود عقل و جہل میں امام خمینیؒ لکھتے ہیں:

"بڑے بڑے لوگوں، اولیاء کرام اور انبیاء کا قرآن میں جو تذکرہ ہوا ہے اس کا مقصد تاریخ نویسی نہیں، بلکہ اس کا مقصد انسانیت کی تکمیل ہے، نیز یہ کہ لوگ بزرگان عالم کی سرگذشت سے عبرت حاصل کریں اور اپنے آپ کو ان کی نیک صفات اور اخلاق فاضلہ سے آراستہ کریں۔"

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

" اے عزیز! ان آیات خدا وندی اور تعالیم ربانی کا مقصد ہمیں خواب گراں سے جگانا اور ہم غافلوں کو بیدار کرنا ہے۔ قرآن میں مذکور قصہ کہانیوں کا مقصد داستان گوئی اور تاریخ نویسی

نہیں۔ یہ قصے تمام انبیاء کی تعالیم اور تمام اولیاء کی سیرت و رہنمائی کا خلاصہ ہیں۔ ان میں تمام روحانی عیوب و امراض اور ان کے طریقہ علاج کا بیان موجود ہے۔ یہ انسانیت اور اللہ کے راستے پر چلنے والوں کے لئے چراغ ہدایت ہیں۔
ان داستانوں کا مقصد گذشتہ لوگوں کا قصہ پارینہ بیان کرنا نہیں نہ ان کا ہدف تاریخ دانی اور اطلاع رسانی ہے۔خدائی اہداف و مقاصد اور مسعودی، طبری اور ان جیسے لوگوں کے اہداف میں فرق کرو۔ قرآن کو صرف تاریخ و ادب اور فصاحت و بلاغت کے نظر سے نہ دیکھو، کیونکہ یہ خود ایک ضخیم پردہ اور دبیز حجاب ہے۔" [22]

ائمہ معصومینؑ کی تاریخ کو اُسوہ بنانے کی ضرورت

امامؒ تاکید کرتے ہیں کہ ائمہ دین اور معصومین علیہم السلام کی تاریخ فقط روز شہادت اور ولادت اور کس امام نے کتنی عمر گذاری ہے، تک محدود نہیں ہونی چاہیے اس کا کوئی خاص فائدہ نہیں ہے بلکہ ان ذوات مقدسہ کی تاریخ پڑھنے یا سننے کا مقصد ان کو اُسوہ بنانا اور ان کی سیرت و تاریخ کو پڑھ کر خود سازی کرنا ہے چنانچہ امامؒ آداب الصلوۃ میں لکھتے ہیں:

"اور بزرگان دین اور پیشواؤں کے حالات زندگی کے بارے میں سوچیں کہ ان کے (نماز کے وقت) کیا حالت ہوتی تھی اور انہوں نے ملک الملوک (اللہ تعالیٰ)کے ساتھ کس قسم کا معاملہ کیا؟ اور اسے چاہیے کہ ائمہ کے حالات سے درس لے اور ان بزرگوں کی پیروی کرے۔ اور بزرگان دین اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی تاریخ سے فقط سال وفات اور یوم ولادت اور ان کی مدت عمر پر ہی اکتفا نہ کرے کہ جس کا کوئی خاص فائدہ بھی نہیں، بلکہ ان کا سیر و سلوک ایمانی اور عرفانی زندگی ہی اصل ہے کہ اُن کے عبادی معاملات کیا تھے، سیر الی اللہ میں ان کا طریقہ کیا تھا اور ان کے عرفانی مقامات کیا تھے، جس کا اندازہ ان کے معجزانہ کلام سے لگایا جا سکتا ہے۔
افسوس کہ ہم اہل غفلت اور عالم طبیعت کے نشے میں مدہوش اور بے مایہ غرور میں مبتلا لوگ ہیں جو شیطان پلید کے اہلکار ہیں اور کبھی نہ ختم ہونے والی نیند اور فراموشی سے باہر نہیں آتے۔ اور ائمہ ہدیٰ علیہ السلام کے حکام اور تعلیمات سے ہمارا استفادہ اس قدر کم اور حقیر ہے کہ جو نہ ہونے کے برابر ہے اور ان کی حیات طیبہ کے ظاہر پر ہی اکتفا کیا ہوا ہے اور انبیاء علیہم السلام کی بعثت کے مقصد کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔[23]

مسلمان حکمرانوں کو معاصر تاریخ سے عبرت حاصل کرنے کی دعوت

امام خمینیؒ نے بارہا مسلمانوں، مسلمان حکمرانوں اور صاحب اقتدار شخصیات کو استعماری دور کے تجربات اور تفرقے کے نتیجے میں عثمانی سلطنت کے زوال اور ظلم و ستم کی وجہ سے پہلوی حکومت کے خاتمے سے عبرت حاصل کرنے کی دعوت دی ہے۔ چنانچہ امامؒ ایک تقریر کے دوران کہتے ہیں:

"تاریخ ہمارے لئے باعث عبرت ہونی چاہیے۔ جب ہم تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو اسلام اور مسلمانوں میں جو پیش رفت نظر آتی ہے، جہاں کہیں بھی ایمان کی طاقت تھی اور مسلمان ایمان کی طاقت سے کام لیتے تھے، نصرت و فتح بھی اُن کے ساتھ ہوتی تھی اور جب بھی دنیاوی مال و منال حاصل کرنے کی نیت ہوتی تو نصرت و فتح ان سے دور ہو جاتی۔

انبیاء کرام کی تعلیمات اور نبی اکرم ﷺ کی تعلیم یہ ہے کہ آپ روحانی و معنوی قوتوں ہی کے ساتھ آگے بڑھ سکتے ہیں۔ وہ روحانی طاقتیں جو مسلمانوں کے پشت پر تھیں اور خدا کے فرشتے جو روحانی طاقت تھے (جن کی وجہ سے) مسلمانوں کو نصف صدی سے بھی کم عرصے میں تمام دنیا پر غلبہ حاصل ہوا۔ ہمیں تاریخ سے سبق سیکھنا چاہیے۔ جب ہمارے پاس عثمانی حکومت جیسی ایک مضبوط حکومت تھی۔ وہ سوویت یونین اور جاپان کے خلاف کھڑی ہوئی اور اس نے غلبہ حاصل کر لیا۔ لیکن جب ہمارے دشمنوں نے تسلط حاصل کیا تو انہوں نے اس وسیع ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

استعمار نے اسلامی سرزمینوں میں سے ہر ایک کو اپنے ایجنٹوں کے حوالے کر دیا اور بدقسمتی سے انہیں تقسیم کر دیا، جس سے مسلمان اور اسلام کمزور ہو گئے اور استعمار ہم پر غالب آ گئے۔ ہمیں ان مسائل سے سبق حاصل کرنا چاہیے اور ہماری حکومتوں کو ان چیزوں اور اس تاریخی مسئلے سے سبق حاصل کرنا چاہیے اور اپنے اختلافات کو دور کرنا چاہیے۔ اگر یہ سب آپس میں مل جائیں تو ان میں ایک ایسی طاقت ہو گی جس کا مقابلہ کوئی طاقت نہیں کر سکتی، البتہ مکمل ایمان کی شرط کے ساتھ۔"[24]

ایک اور موقع پر امام خمینیؒ نے تاریخ سے عبرت حاصل کرنے کی تاکید کرتے ہوئے کہا: "دنیا میں کچھ ایسے واقعات وقوع پذیر ہوتے ہیں کہ جو تاریخ ساز ہوتے ہیں اور یہ ہمارے لئے باعث عبرت بنتے ہیں۔۔۔الخ"[25]

اس کے بعد امامؒ غاصبانہ پہلوی سلطنت کی مثال پیش کرتے ہوئے شاہی حکومت کی اپنی ملت کے خلاف اقدامات کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد امامؒ تاکید کرتے ہوئے کہتے ہیں: "(شاہی حکومت کی یہ ظالمانہ تاریخ) ہمارے لئے بیداری کا باعث بنی چاہیے۔"۔۔۔یہ ایک تاریخ ہے جو ہمارے سامنے موجود ہے اور یہ ہم سب کے لئے باعث عبرت ہونی چاہیے۔"[26]

خلاصہ یہ کہ امام خمینیؒ کے نزدیک تاریخ کی اہمیت اس سے عبرت آموزی کی وجہ سے ہے اگر تاریخ سے عبرت حاصل نہ کی جائے تو تاریخ کے مطالعہ کا کوئی فائدہ نہیں۔ لہٰذا ہمیں تاریخ کو عبرت کا وسیلہ سمجھنا چاہیے۔ یہی وہ خصوصیت ہے جس کی وجہ سے قرآن نے بھی گذشتہ انبیائے کرام کی تاریخ کو قصص کی صورت میں پیش کیا ہے تاکہ اُن کے حالات سے عبرت حاصل کی جائے۔ اسی عبرت آموزی کی وجہ سے تاریخ بھی اُن علوم میں شامل ہے جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ اور ائمہ طاہرین علیہم السلام نے تاکید فرمائی ہے۔ اسی خصوصیت کی وجہ سے تاریخ کو تحریف سے پاک ہونا چاہیے اور تاریخ نویس کو بھی ہر قسم کے تعصّبات سے پرہیز کرنا چاہیے۔ آج کے مؤرخین کو تاریخ نویسی کے جدید ذرائع مثلاً فلم وغیرہ سے بھی استفادہ کرنا چاہیے اور تاریخی اسناد کے طور پر نہ فقط خواص بلکہ عوامی تجربات اور مشاہدات کو بھی اہمیت دی جانی چاہیے۔

*****

References

1. Mawlvi Ferozuddeen, *Feroz Al-Lawukhwat Jama*, (Lahore, Feroz Sons, nd), 336.

مولوی فیروزالدین، *فیروز اللغات جامع*، (لاہور، فیروز سنز، سن ندارد)، 336۔

2. https://wiki.ahlolbait.com/%D8%AA%D8%A7%D8%B1%DB%8C%D8%AE [seen on 09-02-2024].

3. Hussain bn Muhammad, Raghib Isfahani, *Al-Mufardat fi Gharib al-Qur'an*, Madhd "Ibar", (Lahore, Islamic Academy, 2012), 543.

حسین بن محمد، راغب اصفہانی، *المفردات فی غریب القرآن*، مادہ "عبر"، (لاہور، اسلامی اکادمی، 2012)، ص543۔

4. Dr. Muhammad Moeen, *Farhang Farsi*, Vol. 2, Dal, Qu, (Tehran, Muwssa Antasharat Amir Kabir, 1381 SH), 2274.

دکتر محمد معین، *فرہنگ فارسی*، ج2، د۔ق، (تہران، موسسۂ انتشارات امیر کبیر، 1381ش)، 2274۔

5. Mufti Jafar Hussain, *Tarjma wa Ahawashi Nahj al-Balagha*, Wasiat Nama 31, (Rawalpindi, Markaz Ifkaar Islami, 2020), 715-716.

مفتی جعفر حسین، ترجمہ وحواشی *نہج البلاغہ*، وصیت نامہ 31، (راولپنڈی، مرکز افکار اسلامی، 2020)، 715-716۔

6. Ruhollah, Imam Khomeini, *Sahifa Imam*, Vol. 4 (Tehran, Moasa Tanzeem wa Nasher Asaar Imam Khomeini, 1368 SH), 325.

روح اللہ، امام خمینیؒ، صحیفہ امام، ج 4 (تہران، مؤسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینیؒ ،1368)، 325۔
7. Imam Khomeini & Sultanat Raza Khan, "*Maqala Agha Rasool Jafarian*", Magazine Tarikh Mahser Iran, Vol: 5, Issue: 19 & 20, Winter (1380 SH): 9.
امام خمینی و سلطنت رضاخان، "مقالہ آقای رسول جعفریان"، مجلّہ تاریخ معاصر ایران، جلد: 5، شمارہ: 19 و 20، زمستان(1380): 9۔
8. Ayatollah Syed Sadiq Lavasani, *Yaran Imam Bah Rawat Isnad Sawak* (Tehran, Markaz Barasi Isnad Tarkhi, 1395 SH), 42.
آیت اللہ سید صادق لواسانی، یاران امام بہ روایت اسناد ساواک (تہران، مرکز بررسی اسناد تاریخی، 1395ھ)، 42۔
9. file:///C:/Users/IDEAL/Downloads/%D9%86%D9%87%D8%B6%D8%AA% 2 %D9%85%D8%B4%D8%B1%D9%88%D8%B7%D9%87%20-%20 %D9%88 %DB%8C%DA%A9%DB%8C%20%D8%A7%D9%85%D8%A7%D9%85%20% D8%AE%D9%85%DB%8C%D9%86%DB%8C.mht[seen on 09-02-2024].
10. Imam Khomeini, *Sahifa Imam*, Vol. 18, 170, 171.
امام خمینیؒ، صحیفہ امام، ج 18، 170- 171۔
11. Ibid, Vol. 1, 289.
ایضاً، ج1، 289۔
12. Ibid, Vol. 3, 434.
ایضاً، ج3، 434۔
13. Ibid, Vol. 21, 239.
ایضاً، ج21، 239۔
14. Namdar, Muzaffar, "Jamiah-i Madraseen, Marjiyat Imam wa Manshor Tarikh Nagari Inqlaab Islami ", *Faslanamahi 15 Khurdad*, Issue # 24-25 (1389 SH): 4.
نامدار، مظفر، "جامعہ ی مدرسین، مرجعیت امام و منشور تاریخ نگاری انقلاب اسلامی"، فصلنامہ ی ۱۵ خرداد، شمارہ ی 25 و 24(1389ش): 4۔
15. Imam Khomeini, *Sahifa Imam*, Vol. 21, 239, 240.
امام خمینیؒ، صحیفہ امام، ج 21،239- 240۔
16. Ayatollah Syed Abdal-Ghani, Ardabili, *Takriaat Philosopha*, Vol. 3, (Tehran, Moasa Tanzeem wa Nasher Asaar Imam Khomeini, 1381 SH), 458, 459.
آیت اللہ سید عبدالغنی، اردبیلی، تقریرات فلسفہ، ج3،(تہران، موسسہ تنظیم ونشرآثار امام خمینی ،1381 ش)، 458،459۔
17. Ruhollah, Khomeini, *Sharh Chehal Hadith*, (Tehran, Moasa Tanzeem wa Nasher Asaar Imam Khomeini, 1368 SH), 396.
روح اللہ، خمینی، شرح چہل حدیث، (تہران، موسسہ تنظیم ونشرآثار امام خمینی،1368ش)، 396۔

18. Ruhollah, Khomeini, *Sharh Hadith Janod Aqal wa Jhal*, (Tehran, Moasa Tanzeem wa Nasher Asaar Imam Khomeini, 1368 SH), 396.

روح اللہ، خمینی، *شرح حدیث جنود عقل و جھل*، (تہران، موسسہ تنظیم ونشرآثار امام خمینی،1365ش)، 377۔

19. Ruhollah, Khomeini, *Quran Kitab Hadiyat*, (Tehran, Moasa Tanzeem wa Nasher Asaar Imam Khomeini, 1368 SH), 396.

روح اللہ، خمینی،*قرآن کتاب ہدایت* ،(تہران، موسسہ تنظیم ونشرآثار امام خمینی 1368ش)، 31۔

20. Ibid.

ایضاً۔

21. Rooh Allah, Khomeini, *Adaab al-Salawt* (Tehran, Moasa Tanzeem wa Nasher Asaar Imam Khomeini, 1365 SH), 187; Khomeini, *Quran Kitab Hadiyat*, 26.

روح اللہ، خمینی،*آداب الصلوۃ*،(تہران، موسسہ تنظیم ونشرآثار امام خمینی،1365ش)،187؛ خمینی،*قرآن کتاب ہدایت*،26۔

22. Khomeini, *Sharh Hadith Janod Aqal wa Jhal*, 288, 346.

خمینی،*شرح حدیث جنود عقل و جہل*، 288و 346۔

23. Khomeini, *Adaab al-Salawt*, 147.

خمینی،*آداب الصلاۃ*، 147۔

24. Imam Khomeini, *Sahifa Imam*, Vol. 7, 67-68.

امام خمینیؒ، *صحیفہ امام*، ج 7، 67- 68۔

25. Ibid, 508.

ایضاً،508۔

26. Ibid, 510.

ایضاً،510۔

سیرت میں تحریف

Distortion in Biography

Rasul Jafirian
University of Tehran, History of Islam Department, Tehran, Iran.
Website: https://www.rasul-jafarian.com/
Translation By:
Syed Abu Raza
Lecturar Jamia Al Raza, Bara Khau, Islamabad.
E-mail: Noor.marfat@gmail.com
Syed Musaddiq Abbas
Ph.D. Research Scholar, Islamic Studies, My University, Isalamabd.
E-mail: musadiq1472@gmail.com

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Abstract:
This paper is a continuation of the series of articles taken from the book "Political History of Islam - Biography of Rasool Khuda" by the famous researcher and historian, Ustad Rasul Jafirian. In the previous articles, a research work from Rasul Jafirian has been presented regarding the historical mentality and heritage of the Arabs before the emergence of Islam, historiography and its types among Muslims after its emergence and biography among muslims. In the same way, a complete introduction to the biography of the great biographers from the beginning of Islam to Aban Ibn Uthman - an important biographer of the 2nd century -has been presented.

In the present paper, a detailed research discussion has been presented on the causes and factors of distortion in biograpy in the writings of Muslim biographers. This paper presents the historical patterns of distortion in biography and describes its causes and motivations. According to Ustad Rasul Jafirian although the biographers' best motive in biographical writing

was the description of the life of the Messenger of God (PBUH), but gradually some such motivations were included in this work which led to the distortion in the biograpy. The pre-Islamic factionalism of the Quraysh, the mutual differences between the Muslims of the early days of Islam about Caliphate, and the coming to power of the Umayyads and getting their favorite biographies from the biographers for their political purposes, these were the excellent factors that contributed to the distortion of biography.
In his book, the author presents some evidence of the distortion in biography due to the personal devotions of the biographers themselves, as well as he exposes the demands and orders of distortion in biographies by some Muslim rulers, such as Umayyad rulers, and the Zubari dynasty. According to the author, some Muhadditheen also made distortions in the narration of the hadiths under the motivation of religious bias, the evidence of which are presented.

Key words: Biography, Biographers, Distortion, Bias, Evidence, Rasul Jafirian.

پیش نظر مقالہ معروف محقق و مؤرخ، استاد رسول جعفریان کی کتاب "تاریخ سیاسی اسلام-سیرتِ رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"[1] سے ماخوذ سلسلہ مقالات کا تسلسل ہے۔ سابقہ مقالات میں ظہورِ اسلام سے پہلے عربوں کی تاریخی ذہنیت اور تاریخی میراث، ظہورِ اسلام کے بعد مسلمانوں کے ہاں تاریخ نگاری اور اِس کی اقسام، نیز سیرت نگاری اور سوانح نگاری پر استاد رسول جعفریان کی تحقیقات پیش کی جاچکی ہیں۔[2] اسی طرح مسلمانوں کے ہاں سیرت نگاری کے آغاز سے لے کر دوسری صدی کے ایک اہم سیرت نگار ابان ابن عثمان تک کے عمدہ سیرت نگاروں کی تالیفات کا مکمل تعارف پیش کیا جاچکا ہے۔[3]
پیشِ نظر مقالے میں مسلمانوں کے ہاں سیرت میں تحریف کے اسباب و عوامل پر تفصیلی تحقیقی بحث پیش کی گئی ہے۔اس مقالہ میں سیرت میں تحریف کے انگیزے اور تاریخی نمونے بیان کیے گئے ہیں۔ دراصل، مصنف، استاد رسول جعفریان مدعی ہیں کہ اگرچہ مسلمان سیرت نگاروں کا عمدہ انگیزہ رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا بیان تھا،

تاہم آہستہ آہستہ اس کام میں بعض ایسے انگیزے شامل ہو گئے جو سیرت میں تحریف کا موجب بنے۔ قریش کی قبل از اسلام کی دھڑے بندیاں، خلافت کے معاملہ میں صدرِ اسلام کے مسلمانوں کے باہمی اختلافات اور بنی امیہ کا برسر اقتدار آنا اور اپنے سیاسی مقاصد کے لیے سیرہ نگاروں سے من پسند سیرت لکھوانا، یہ وہ عمدہ عوامل تھے جو سیرت میں تحریف کا موجب بنے۔

مصنف نے اپنی کتاب میں خود سیرت نگاروں کی اپنی طرف سے ذاتی عقیدتوں کی وجہ سے سیرت میں تحریف کے بعض شواہد پیش کرنے کے ساتھ ساتھ بعض مسلمان حکمرانوں، جیسے مروان ابن حکم، اموی حکمران، اور زبیری خاندان کی طرف سے سیرت نگاروں سے تدوین سیرت میں تحریف کے تقاضوں اور احکامات سے بھی پردہ اٹھایا ہے۔ مصنّف کے مطابق بعض محدثین نے بھی روایات سیرت کے بیان میں مذہبی تعصب کے انگیزے کے تحت تحریف کی جس کے شواہد موجود ہیں۔

یہ مقالہ دراصل، ہمیں تاریخ اسلام کے مطالعہ میں ہمیشہ اِس امر پر توجہ مرکوز رکھنے کی دعوت دیتا ہے کہ سیرت نگاروں نے جو کچھ لکھ دیا ہے، وہ سب صحیح اور حرفِ آخر نہیں ہے۔ اصل حقائق تک پہنچنے کے لئے مختلف تاریخی اسناد اور آراء کا مطالعہ ضروری ہے۔

کلیدی کلمات: سیرت نگاری، تحریف، تعصب، شواہد، رسول جعفریان۔

سیرت نگاری

سیرت رسول خداﷺ اور اس کی جزئیات کو محفوظ رکھنے کے شدید جذبے کے ساتھ ساتھ، سیرت نگاری میں کئی ایسے عوامل بھی کارفرما تھے جنہوں نے سیرت کی اخبار و روایات میں تحریف اور انہیں مسخ کرنے کے رجحان جنم دیا۔ اِس رجحان کا موجب سیاسی اور فرقہ وارانہ تقسیم کے ہمراہ قبائلی تقسیم بھی ہو سکتا ہے۔ نیز سیرت نگاروں کی صحیح روایات کو الگ کرنے سے بے توجہی اور ہر مطلب اور ہر خبر کو جمع کرنے پر توجہ، سیرت کی کتب میں کافی بگاڑ کا موجب بنے۔

واضح رہے کہ رسول اللہﷺ کی رحلت کے بعد سیاسی معاملات میں قریش کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے اور ماضی کے قبائلی تنازعات میں جکڑے سیاسی دھڑے بندیوں کی وجہ سے ایک گروہ کے مفادات دوسرے گروہ کے مفادات سے الگ ہو گئے۔ سن ۴۱ھ میں بنی امیّہ کے برسر اقتدار آنے اور ان کے حضرت علی علیہ السلام اور انصار کے مقابلے پر سابقہ خلفاء کی بھرپور حمایت اور دفاع سے اس تنازعہ میں مزید شدت پیدا ہوئی۔

اس کی بناپر اسلام کے ابتدائی دور کے واقعات اور رسول خداﷺ کی مخالفین اور حامیوں کے بارے میں ان گروہوں کا نظریہ اور روّیہ مختلف ہو سکتا تھا۔

ایسی مثالیں موجود ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سیرت میں پایا جانے والے بگاڑ اور تحریفات کا سبب وہ رجحان اور تمایل تھا جس نے بعض دھڑوں کو اونچا اور بعض کو نیچا دکھانے کی کوشش کی ہے۔ مثال کے طور پر تاریخ میں بیان ہوا ہے کہ ہشام بن عبد الملک اموی (خلافت از 105 تا 125) نے شیعہ رجحان رکھنے والے اعمش (م 148) کو لکھا: میرے لئے عثمان کے فضائل اور علی کی برائیاں لکھو۔ اعمش نے ہشام کے خط کو بھیڑ کے منہ میں ڈال دیا اور اس کے بعد اسے جواب میں لکھا کہ: "اگر اہل زمین کے تمام مناقب عثمان کے لئے ہو جائیں اور ان کی تمام برائیاں علی کے لئے ہوں تو تجھے اس کا نہ کوئی فائدہ ہو گا اور نہ کوئی نقصان۔"[4]

ایک اور روایت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ معمر نے ابن شہاب زہری سے صلحِ حدیبیہ کے معاہدہ کے کاتب کے بارے میں پوچھا۔ اس نے کہا: علی علیہ السلام۔ پھر زہری نے مسکرا کر کہا کہ: اگر آپ یہ سوال ان (امویوں) سے پوچھیں گے تو وہ کہیں گے: عثمان![5] نیز مدائنی نے نقل کیا ہے کہ ابن شہاب نے مجھے بتایا: ایک دفعہ عراق کے اموی حکمران خالد بن عبد اللہ قُسری (م 126) نے مجھے انساب پر کتاب لکھنے کا کہا۔ میں نے مُضَر سے نسب کی ابتداء کی۔ چند دن بعد اس نے مجھے کہا کہ اسے چھوڑو اور میرے لئے سیرت کی کتاب لکھو۔ میں نے کہا: علی بن ابی طالب علیہما السلام کے بارے میں روایات کا کیا کروں، کیا میں انہیں لکھوں؟ اس نے کہا: نہ لکھو، مگر وہ لکھو جو اسے جہنم کے گہرے کنویں میں دکھائے![6] اصفہانی نے بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کا لکھا ہے کہ: خالد اور جس نے اسے والی بنایا، اُن پر اللہ کی لعنت ہو اور خدا ان کی تقبیح کرے۔ اور اللہ تعالی کا درود و سلام ہو امیر المؤمنین حضرت علیؑ پر، مارسدن، جونزم ء یہ رپورٹ نقل کرنے کے ساتھ لکھا ہے کہ اُس زمانے میں "سیرہ" کا کلمہ رائج تھا۔[7] گویا یہ اس بات کا کنایہ تھا کہ جو کچھ لکھنا ہے ان کی مذمت میں لکھو۔

ایک اور مثال ابو سعید خدری کے ساتھ مروان بن حکم (خلافت 65-66) کا برتاؤ ہے۔ بیان ہوا ہے کہ ابو سعید نے مروان کے سامنے یہ روایت بیان کی کہ سورہ فتح کے نزول کے بعد رسولِ خداﷺ نے فرمایا: فتح مکہ کے بعد ہجرت کا کوئی تصور نہیں ہے اور صرف جہاد اور ارادہ باقی ہے۔ مروان نے ایک ایسی صورت میں جب کہ دو صحابی زید ابن ثابت اور رفیع ابن خدیج اس کے ساتھ والے تخت پر بیٹھے تھے، ابو سعید سے کہا: تم جھوٹ بول رہے ہو! ابو سعید نے کہا: یہ دو افراد جو آپ کے پاس بیٹھے ہیں اگر وہ چاہیں تو آپ کے لئے روایت بیان کر سکتے ہیں؛ لیکن ان میں سے ایک کو یہ ڈر ہے کہ آپ اسے اس کے قبیلے کی سرداری سے ہٹا دیں گے اور دوسرے کو یہ ڈر ہے کہ

آپ اسے صدقات کے امور سے معزول کر دیں گے۔ یہ سن کر مروان نے ابو سعید کو مارنے کے لئے اپنا تازیانہ اٹھایا لیکن جب انہوں نے یہ دیکھا تو ابو سعید کی تائید کر دی۔ [8]

امام علی علیہ السلام کے فضائل کو حذف کرنے پر حاکمِ شام کا اصرار سیرت کی اُن روایات میں تحریف کا موجب بنا جن میں حضرت علیؑ کے فضائل بیان ہوئے تھے۔ جب صَعصَعۃ بن صوحان حضرت علی علیہ السلام کے فضائل بیان کرنے پر زور دیتے تھے تو اس وقت کے کوفے کے حاکم مغیرۃ بن شعبہ نے اُن سے کہا: ہم ان فضائل کو تم سے بہتر جانتے ہیں لیکن اس وقت اس حکمران (حاکمِ شام) نے غلبہ حاصل کر لیا ہے اور اس نے ہمیں مامور کیا ہے کہ ہم لوگوں کے سامنے علیؑ کے عیب بیان کریں۔ بہت ساری ایسی باتیں جن کا ہمیں حکم دیا گیا ہے انہیں ہم نظر انداز کر دیں اور مجبوراً کچھ باتوں کا اظہار کریں تاکہ ہماری جان محفوظ رہ سکے۔ اگر تم علی علیہ السلام کے فضائل بیان کرنے کا ارادہ رکھتے ہو تو انہیں گھر میں چھپ چھپا کر بیان کیا کرو۔ [9]

ابن ابی الحدید نے ان جھوٹی احادیث کے لئے ایک باب مختص کیا ہے جنہیں حاکمِ شام کے اکسانے پر حضرت علی علیہ السلام کے خلاف گھڑا گیا تھا۔[10] احمد امین نے بھی اس بات کی تصدیق کی ہے کہ [صحابہ کرام کے] فضائل میں دکھائی جانے والی زیادہ تر احادیث امویوں کے زمانے میں ان کی قربت حاصل کرنے کے لئے گھڑی گئیں۔[11] بخاری کی یہ روایت بھی ہمارے موقف کی تائید کرتی ہے کہ ایک شخص براء بن عازب سے پوچھا کہ آیا علیؑ بدر میں شریک تھے؟![12]

ایسے ماحول اور فضاء میں یہ کہنا چاہیے کہ سیرت میں جن چیزوں کی نسبت بعض اہم صحابہ کرام کی طرف دی گئی ہے، اُن نسبتوں کی سب سے زیادہ جان پڑتال ہونی چاہیے۔ سیرت نگاروں کا سب صحابہ، بالخصوص خلفاء کے بارے میں عدالت کا نظریہ، انہیں اس عقیدے کے منافی حقائق کو بیان کرنے سے روکتا رہا ہے۔[13] مثال کے طور پر روایت ہے کہ حبشہ ہجرت کرنے والوں کی وطن واپسی کے بعد کسی نے ان کی حبشہ میں ٹھہرنے پر ملامت کی۔ اس روایت کو ابن ابی شیبہ نے شعبی سے دو واقعات میں نقل کیا ہے۔ ایک روایت میں اس شخص کا نام [عمر] بتایا گیا ہے اور دوسری روایت میں اس کا نام ذکر نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا کے رسول ﷺ نے حبشہ میں ٹھہرنے والوں پر اعتراض کرنے والوں کی سخت سرزنش کی تھی۔[14]

اس کی ایک اور مثال یہ ہے کہ روایت میں ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد رسول خدا ﷺ کے ایک ساتھی نے آنحضرت ﷺ سے اعتراض کرتے ہوئے پوچھا: کیا یہ "فتح" تھی؟ پیغمبر ﷺ نے مثبت جواب دیا۔[15] یہی روایت زہری

کے ذریعہ بیان کی گئی ہے اور اس میں "ایک صحابی" کے بجائے عمر کے نام کو بطور معترض ذکر کیا گیا ہے۔[16] یوم الخمیس سے متعلق روایت میں بھی اسی طرح کی تحریف کی گئی ہے۔ ایک حوالے میں کہا گیا ہے کہ ایک شخص کاغذ قلم لانے میں رکاوٹ بنا۔ لیکن دوسرے حوالے میں "قالوا" یعنی "انہوں نے کہا" کے الفاظ مذکور ہیں۔[17] اس قسم کی تحریفات سیرت کی ابتدائی کتب میں راویوں اور بعض کاتبوں کے ہاتھوں انجام پائی ہیں۔ واقدی (م۲۰۷) کی کتاب مغازی کا محقق مارسڈن جونز لکھتا ہے:

"کتاب کی اشاعت میں جس نسخے کو میں نے بنیاد قرار دیا تھا، اس میں احد سے فرار کرنے والوں میں دوسرے اور تیسرے خلفاء کے نام نہیں تھے۔ تاہم یہی روایت ابن ابی الحدید کے ذریعہ نہج البلاغہ کی تفسیر میں واقدی سے نقل کی گئی ہے۔ اس میں جنگ اُحد سے دیگر فرار کرنے والوں کے ساتھ ان دو افراد کے نام بھی مذکور ہیں۔ بلاذری کی واقدی سے روایت میں صرف تیسرے خلیفہ کا ذکر ہے۔[18]

اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ واقدی کی روایت کو تحریف کا نشانہ بنایا گیا ہے۔

انصار سے عداوت اور سیرت میں تحریف

امویوں کی انصار سے دشمنی کا سیرت کی تحریف میں ایک عمومی اور کلی اثر ہوا۔ تاہم انصاری راویوں کی کثرت اور ان سے دشمنی میں عدم شدت نے بڑے پیمانے پر سیرت میں انصار کے مقام و مرتبے کو محفوظ کیا ہے۔ مآخذ میں بنی امیہ اور ان سے وابستہ شاعروں کی انصار پر طنز اور ہجو واضح موجود ہے۔[19] نیز نقل ہوا ہے کہ معاویہ اور یزید اَخطَل شاعر کو انصار کی ہجو پر اکساتے تھے۔[20] حاکم شام کا انصار کے ساتھ روّیہ اس حد تک ناپسندیدہ تھا کہ وہ ان کے لئے انصار کا لقب پسند نہیں کرتا تھا۔[21] اس دشمنی کی وجہ رسول خدا ﷺ کے زمانے میں کفار قریش اور انصار کے مابین جو واقعات پیش آئے تھے، اُس کے علاوہ مدینہ میں تیسرے خلیفہ کا قتل اور انصار کی اُن کی حمایت نہ کرنا بھی شامل تھا۔ یہ ایک ایسا واقعہ تھا جس کی تلافی بعد میں امویوں نے حرّہ کے واقعے میں (سن 63ھ میں) کی۔

سیرت نگاری میں اس دشمنی کا نتیجہ زبیر بن بکار سے مروی ایک روایت ہے۔ اس روایت میں آیا ہے کہ سلیمان بن عبد الملک اپنی ولایت عہدی کے دوران سفر حج کے سلسلے میں مدینہ آیا اور اس نے وہاں اسلامی یادگاروں کو دورہ کیا۔ اسی دوران اس نے رسول اللہ ﷺ کی سیرت لکھنے میں دلچسپی کا اظہار کیا۔ ابان بن عثمان اپنی لکھی ہوئی سیرت لے آئے۔ جب اس کتاب کی کاپی اس کے لئے تیار کی گئی اور اس نے اس کا مطالعہ کیا تو اس نے دیکھا کہ عقبہ کی بیعت اور جنگ بدر کے واقعے میں انصار کا نام درج ہے۔ سلیمان نے کہا: "مجھے ان کی ایسی کسی خوبی کا علم

نہیں تھا؛ یا تو میرے خاندان والوں نے ان کے حقوق پائمال کئے تھے یا وہ اس طرح کے آدمی نہیں تھے۔" اس کے بعد اس نے اس تیار شدہ نسخے کو آگ میں جلا دینے کا حکم دیا اور کہا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اس بارے میں اپنے باپ عبد الملک سے مشورہ کروں گا۔ اس صورت میں کتاب کی دوبارہ نقل تیار کرنا مشکل نہیں ہو گا۔ چنانچہ جب اس نے اپنے باپ سے مشورہ کیا تو عبد الملک نے کہا کہ: "ایسی کتاب میں جس میں ہماری برتری کا تذکرہ نہ ہو؛ تمہیں اس کی کیا ضرورت ہے؟ [22]

اس واقعہ سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اموی خاندان نہ صرف رسول خدا ﷺ کے اہل بیت کی فضیلت کو برداشت نہیں کرتا تھا، بلکہ سیرت نگاری میں ان واقعات کے بیان سے بھی نفرت کرتا تھا جن میں صرف انصار کا نام آتا تھا؛ جیسے بیعتِ عقبہ یا جنگ بدر اور یوں اس نے ایسی کتاب کو آگ لگا دی۔

تحریف میں سیرت نگاروں کا کردار

یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان تمام کوششوں کے باوجود بہت سارے حقائق بعد کے راویوں تک پہنچ گئے اور سیرت کی کتابوں میں لکھ لیے گئے۔اور یہ بھی ایسی صورت میں ہوا کہ ابتدائی سیرت نویسوں تک یہ حقائق پہنچنے کے بعد انہوں نے اپنے نظریات و افکار اور سیاسی رجحانات کے مطابق ان میں کمی بیشی کی۔ جیسا کہ ابن ہشام نے سیرہ ابن اسحاق کی تہذیب کے شروع میں کہا ہے کہ اس نے متعدد مطالب کو چھوڑ دیا ہے: "و أشياء بعضها يشنع الحديث به و بعض يسوء بعض الناس ذكره" یعنی: "جن مطالب کو نظر انداز کیا گیا ہے اُن میں سے کچھ ایسے مطالب تھے یعنی جن کا روایت کرنا قبیح تھا اور کچھ ایسے مطالب تھے جن کا ذکر کرنا بعض لوگوں کو برا لگتا تھا۔"[23] اسی موقف کی وجہ سے اس نے حضرت ابو طالب علیہ السلام کے وہ اشعار جو واضح طور پر ان کے رسول خدا ﷺ کی نبوت پر ایمان پر دلالت کرتے تھے اور ابن اسحاق نے انہیں بیان کیا تھا، حذف کر دیے۔ [24]

البتہ اس بات پر بھی توجہ رہے کہ ابن ہشام نے بعض ایسے مطالب کا جدید تہذیب میں اضافہ کر دیا جو ابن اسحاق نے بیان نہیں کئے تھے یا ان کو کسی اور انداز سے بیان کیا تھا اور وہ بنیادی طور پر حضرت علی علیہ السلام سے مربوط تھے۔ جس انتخاب کا حوالہ دیا گیا ہے (بعد میں تیسری صدی اور اس کے بعد) اسے انتہائی فکری اور فرقہ وارانہ سنسر شپ کا نشانہ بنایا گیا۔ بخاری کی کتاب کے حصہ مغازی میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس پر ایک نظر ڈالنے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ جن روایات کو صحیح روایت کے عنوان سے قبول کیا گیا یہ وہی روایات ہیں جنہیں مذہبی شدت پسندی اور متعصب رویوں کی چھلنی سے گزارا گیا تھا۔ ان اخبار کے راوی صحابہ اور تابعین میں سے معروف افراد ہیں جنہوں نے کبھی امویوں کے خلاف کوئی اقدام نہیں اٹھایا۔ نہ صرف یہ کہ ان کا عدل وانصاف کے حصول کے لئے کوئی

تاریخچہ نہیں تھا، بلکہ ابن شہاب زُہری کی طرح کئی سال ان کے لئے خدمات سر انجام دیتے رہے۔ ظاہر ہے جس دور میں ہزاروں صحابہ کو عادل شمار کیا جاتا ہو، اُس دور میں اِن اصحاب کی عدالت کو متاثر کرنے والی کوئی روایت ہر گز بیان نہیں ہونی چاہیے اور اگر کسی نے ایسی کوئی روایت نقل کی بھی ہے تو اسے ہر صورت ترک کر دینا چاہیے۔ یہ سیرت میں تحریف کے اُن عوامل سے ہٹ کر ایک عامل ہے جو بنی امیہ کے مفادات سے مربوط تھے۔

زبیری خاندان کے مفادات بھی سیرت نگاری پر اثرات انداز تھے۔ سیرت نگاروں میں بعض افراد خاندان آل زبیر میں سے تھے۔ لہٰذا سیرت کے وہ حصے جن کا تعلق ان کے ساتھ ہے جیسے وَرَقَۃ بن نَوفِل یا غزوات میں زبیر کے کردار سے متعلق روایات میں زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ ان راویوں میں سے ایک ہشام بن عروۃ بن زبیر ہے جو ابن شہاب زُہری کے اساتذہ میں سے تھے جس نے سیرت کی روایات یا تو اپنے باپ عروہ سے نقل کی ہیں یا پھر آل زبیر کے موالیوں سے بیان کی ہیں۔ عروہ کی روایات و اخبار کا ماخذ بھی حضرت عائشہ ہیں، جو کہ ان کی خالہ تھیں اور ہجری کے ابتدائی چند عشروں میں اپنے اثر و رسوخ کی وجہ سے، انہوں نے سیرت کے بارے میں بہت سی روایات بیان کی ہیں۔

اسلام کے ابتدائی دور میں حضرت عباس کے کردار اور بنی عباس کے بارے میں روایات کے حوالے سے بھی ہمیں محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ بعض محققین کے مطابق اہم ترین سیرت نگار، ابن اسحاق نے اپنی کتاب سیرت میں بنی عباس حق میں بعض تبدیلیاں کی ہیں۔[25] اس کی دلیل یہ ہے کہ اس نے اپنی سیرت کی کتاب منصور یا اس کے بیٹے مہدی عباسی کی خدمت میں پیش کی۔

سیرت نگاری میں افسانوی رنگ

کسی واقعہ کا کہانی کے انداز میں بیان کرنا، اسی واقعے کے تاریخی اور حقیقی بیان سے مختلف ہوتا ہے۔ یہ فرق ان اضافوں اور خامیوں کی وجہ سے ہے جو واقعہ کو حقیقی اور تاریخی انداز میں بیان کرنے میں پیش آئیں اور اسے ایک خیالی اور رومانوی شکل دی۔ اس قسم کی عکس بندی یا تصویر کشی سے لازمی طور پر کچھ انحرافات پیدا ہوتے ہیں جو ہمیشہ جان بوجھ کر نہیں ہوتے۔ قصہ گوئی میں عام لوگوں کی دلچسپی صدر اسلام میں قصہ گو افراد کے کام میں رشد کا باعث بنی۔ ابتداء میں صرف گذشتہ انبیاء کی تاریخ کو قصے کے انداز میں پیش کیا گیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ، سیرت کے کچھ واقعات نے بھی داستانی رنگ اپنا لیا۔ یہاں پر اس نکتے کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے کہ ایک موقع پر کسی تاریخی روایت کو کسی داستانی روایت سے ممتاز کرنا مشکل ہوتا ہے، اور ایسے مواقع خاص طور پر انبیاء کی تاریخ میں وحی،

معجزات اور مستقبل کی اخبار کا رنگ چھایا رہتا ہے دوسرے الفاظ میں، مافوق الفطرت رنگ غالب ہوتا ہے۔
وہ لوگ جو صرف مادی افکار کے ساتھ سروکار رکھتے ہیں اور تاریخ کو محض مادی عناصر اور اجزاء کا مظہر سمجھتے ہیں، وہ ان عناصر پر مشتمل ہر قسم کی روایت کو کہانی ہی سمجھتے ہیں اور صرف ان عناصر کے ختم ہونے کی صورت میں ہی اس کی تاریخی نوعیت سے مطمئن ہوتے ہیں۔ اس بارے میں یہ کہنا چاہیے کہ اگر مسئلہ صرف غیب یا وحی کا ہو تو کسی طرح بھی اس قسم کے واقعے کو داستانی روایت نہیں سمجھنا چاہیے؛ درحقیقت، جب ہمارے پاس اس طرح کے واقعہ کے وقوع پذیر ہونے کی خاطر خواہ دلیل موجود ہو تو ہمیں اس کے غیب پہلوؤں کی وجہ سے اس سے انکار نہیں کرنا چاہئے۔ اور واقعہ کی سند قابل اعتبار اور قابل اعتنا نہ ہو اور اس کے خلاف ثبوت بھی موجود ہوں تو میں شک و شبہ کا اظہار کیا جا سکتا ہے اور سند اور متن کا بغور مطالعہ کرنے بعد اس کا انکار بھی کیا جا سکتا ہے۔
یہ بات مسلم ہے کہ معاشرے میں داستان گو افراد کا نمایاں اور زبردست اثر و نفوذ رہا ہے، است این کہ قصہ، بہت سارے مقامات پر انہوں نے حقائق کو داستان کے رنگ میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے اور بعض اوقات تو انہوں نے واقعہ کو نئے سرے سے تشکیل دیا ہے یا پھر اسے ڈھانچے کو تبدیل کر دیا ہے ابوایوب سختیانی کی رائے ہے کہ کہانیاں سنانے والوں نے "حدیث" کو لوگوں کے سامنے غلط رنگ سے پیش کیا ہے۔[26] نیز ذہبی (م 748) نے سیرت میں قصہ گوؤں کی تحریفات کو مسئلہ معراج میں ذکر کیا ہے۔[27] صلۃ بن حارث غفاری کہتے تھے: سیرت اور سنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ختم ہونے کی وجہ داستان سنانے والوں کا وجود ہے۔[28] مثال کے طور پر، ایک قصہ گو نے بیان کیا ہے کہ خدا کے رسول ﷺ نے حضرت عائشہ سے شادی کرنے سے پہلے اس کی تصویر دیکھی تھی اور پھر تصویر والی کو ڈھونڈنے کے لئے ایک سوراخ سے دیکھا کرتے تھے! [29] شُعبہ جو کہ ایک نامور محدث تھے، کہتے تھے: ہم داستان سنانے والوں سے حدیث بیان نہیں کرتے کیونکہ وہ ہم سے ایک بالشت حدیث سنتے ہیں اور اسے ایک ہاتھ لمبا کر دیتے ہیں۔ [30] [ہم نے اس حوالے سے اپنی کتاب «پژوہشی دربارہ نقش دینی و اجتماعی قصہ خوانان در تاریخ اسلام» پوری تفصیل سے بحث کی ہے۔]
اس کے ساتھ یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اخباریوں نے اپنی داستان گوئی کی ذہنیت کے ساتھ قبل از اسلام اور اسلامی ادوار کی تاریخ کے تمام مظاہر کے لئے قصے اور داستانیں تخلیق کرنے کی کوشش کی ہیں۔ ان کا پختہ ذہن داستان سازی میں بہت قوی اور ادیبانہ بھی تھا اس لئے کسی طرح بھی ان کے قصے اور کہانیوں کی ادبی نثر اور ان کے بارے میں ان کی نظموں اور اشعار سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔ بدقسمتی سے یہ قصے اور کہانیاں سیرت میں بہت ساری سنجیدہ تحریفات اور خرابیوں کا باعث بنی ہیں۔

عام طور پر سیرت اور صدر اسلام کی تاریخ سے متعلق قصوں کو ابوالحسن بکری نامی شخص سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اصولی طور پر اسے پانچویں صدی ہجری کے داستان کہنے والوں میں سے ہونا چاہیے۔ اس کی سب سے مشہور کتاب الانوار 1999ء میں بیروت میں شائع ہوئی تھی۔ ان کی سیرت کی کتاب الذروۃ فی السیرۃ النبویہ ہے، جو بظاہر آٹھویں صدی میں فارسی میں ترجمہ ہو چکی ہے، اور کتابوں کی فہرستوں میں اس کو ذورۃ العلیا فی سیرۃ المصطفیٰ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اسی سیرت کا ترکی زبان میں بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔[31]

سیرت کے باب میں داستانی اور افسانوی سیاق و سباق میں سے ایک معاملہ جنّات کی زبانی اشعار کا نقل کرنا ہے۔ اس سلسلے میں یہ کہنا چاہئے کہ ہمارے بیان کا مطلب جنات کے وجود سے انکار نہیں ہے۔؛ کیونکہ قرآن نے بڑی صراحت کے ساتھ ان کے وجود کی تصدیق کی ہے۔ (72:1) بلکہ جو موارد زیر بحث ہیں وہ واقعات ہیں جن میں رسول خداﷺ موجود نہیں ہیں اور عام لوگ جنوں یا شیطان کی آواز سننے کا دعوی کرتے ہیں۔ درج ذیل روایت کو بغور دیکھیں:

[جب رسول اللہﷺ نے حضرت ابوبکر کے ہمراہ ہجرت فرمائی] ہم نے تین رات تک انتظار کیا اور ہم نہیں جانتے تھے کہ وہ کس طرف گئے ہیں یہاں تک کہ مکہ کے نچلی جانب سے جنوں میں سے کوئی ایک آیا اور عرب گانے والوں کی طرح چند اشعار پڑھنے لگا۔ لوگ اس کے پیچھے چل پڑے۔ انہوں نے اس کی آواز سنی لیکن اسے دیکھا نہیں یہاں تک کہ وہ مکہ کے بالائی حصے میں پہنچ گئے۔ اس کا شعر یوں تھا:

جَزَى اللّهُ ربَّ الناسِ خَيْرَ جزائِهِ　　　　رفيقَيْنِ حَلّا خيْمَتى أمّ مَعبد

اس روایت کی راویہ اسماء بنت ابوبکر ہے جسے ابن اسحاق نے [احتمالاً زہری کے طریق سے ہشام بن عروہ اور اس نے عروہ سے] نقل کیا ہے۔ اگلے اشعار رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر کے ہجرت کے مقام اور ٹھہرنے کی جگہ کے بارے میں ہیں۔[32] [یہاں بلاذری نے دو اشعار نقل کیے ہیں اور انہیں ایک نامعلوم شاعر کی طرف نسبت دی ہے۔[33]] یہ روایت قصے بیان کرنے والوں کی جعل سازی کی واضح مثال ہے جو بعض خاص افراد کے فضائل گھڑنے کی غرض سے بنائی گئی ہے، اس کا پورا متن اس کے جھوٹے ہونے پر گواہی دیتا ہے۔ حدیث کی سند بھی مشکوک ہے کیونکہ اکثر کی طرح ابن اسحاق سے اور خاص طور پر اسماء بنت ابی بکر سے منقول ہے۔

اسلامی مفکر محمد غزالی، نے یہ کہتے ہوئے کہ دور جاہلیت میں عربوں کی عادت تھی کہ وہ اشعار کو جنوں کی طرف منسوب کرتے تھے، مذکورہ خبر کو اسی جاہلی عادت سے متاثر سمجھا ہے۔[34] [اس کا عقیدہ ہے کہ یہ اشعار ایک ایسے

مومن کے ہیں جو مکہ میں مقیم تھا اور اُس نے اپنا ایمان پوشیدہ رکھا ہوا تھا۔ لیکن اس بات پر کوئی شاہد موجود نہیں ہے اور یہ روایت سرے سے افسانوی داستان ہے۔ "ہاتف" پر عقیدہ کے بارے میں جاحظ لکھتا ہے کہ: عربوں کو ہاتف پر عقیدہ رکھنے میں کوئی ممانعت نہیں؛ بلکہ اگر کوئی ہاتف کا انکار کر دے تو وہ تعجب کرتے ہیں۔ ابن ابی الدنیا نے بھی «الہواتف» نام ایک کتاب میں ایسی روایتیں اکٹھی کی ہیں۔]

اس میں مزید اضافہ یہ ہے کہ بعد میں بعض سیاستدان جن اقدامات کو ظاہر کرنا مصلحت کے خلاف سمجھتے تھے انہیں جنوں سے منسوب کر دیتے تھے اور اس کی حمایت میں کچھ اشعار بھی جنوں سے منسوب کر دیتے تھے۔[35]

[اس حوالے سے حضرت ابوبکر کی خلافت میں سعد بن عبادہ کا قتل ایک مناسب نمونہ ہے جس کی نسبت جنّات سے دی گئی اور جنّات کی زبانی سعد کے قتل کی وجہ کے بیان میں دو شعر نقل کیے گئے ہیں۔ اس کتاب میں زمانہ جاہلیت کے ایسے قتلوں کے نمونے بیان کیے گئے ہیں جن کو جنّات کے کھاتے میں ڈالا گیا۔]

دوسرے واقعات میں بھی شیطان اور جن کا کردار نظر آتا ہے؛ جیسے ہجرت سے کچھ دن پہلے قریش کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں حتمی فیصلہ کرنے کے لئے تشکیل پانے والی مجلس مشاورت میں شیطان کی موجودگی اور شرکت ہے۔ ان روایات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان کے درمیان ابلیس، موٹا اور کھردرا لباس پہن کر ایک شان دار آدمی کی شکل میں داخل ہوا، اور یہ شیطان ہی تھا جس نے رسول خدا ﷺ کو قتل کرنے کی تجویز پیش کی تھی۔[36]

اب یہ واضح نہیں ہے کہ کس نے پہچان کی کہ شیخ جلیل!، ایک شیطان تھا جو آدمی کے لباس میں نظر آیا تھا۔ ممکن ہے وہ مکہ میں آیا ہوا ایک مسافر ہو اور اسی وقت ان کے اجتماع میں شریک ہوا ہو (اور کہا جاتا ہے کہ وہ نجدی شخص تھا) یہ نجدی شیخ، جو کہ شیطان سے کنایہ ہے، حجر اسود کی تنصیب کے واقعے میں بھی موجود تھا، جب خدا کے رسول ﷺ کی عمر 35 سال تھی۔[37] ایک اور مقام پر آیا ہے کہ: جب عقبہ میں یثرب کے لوگوں نے رسول خدا کی بیعت کی تو اس کے بعد شیطان نے عقبہ کی بلندی پر اونچی آواز میں آواز دی: اے گھروں کے مالکان، کیا آپ نے " مذموم " نعوذ باللہ اُن کا اشارہ رسولخدا ﷺ کی طرف تھا۔ اور " صابئیانِ " مشرکین اسلام قبول کرنے والوں کا صابئی کا لقب دیتے تھے۔ اور ان کے ساتھیوں کو دیکھا ہے؟؟ وہ تمہارے ساتھ لڑنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔

اس روایت میں یہ بھی اضافہ کیا گیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "هذا ازب العقبة"[38] لغت کی کتاب میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ لفظ ''ازب'' شیطان کا نام ہے یا سانپ کا دوسرا نام ہے۔ البتہ چونکہ رسول

خداﷺ ، واقعہ کے گواہ اور موقع پر موجود تھے ، اگر اس بات کی تصدیق ہو جائے کہ ازب کا مطلب شیطان ہے اور ہمیں یہ بھی یقین ہو جائے مراد بھی وہی تھا ، نہ یہ کہ یہ شیطان صفت بعض مشرکین سے کنایہ تھا،اس صورت میں ہم اس خبر کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ اس طرح کی اخبار کہ شیطان یا جن انسان کی شکل میں نظر آتے ہیں یا ھاتف غیبی کی صورت میں چیختے ہیں اور شعر پڑھتے ہیں ، اور بھی پائی جاتی ہیں جن کی یہاں تفصیل بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔[39] [علامہ امینی نے 15 ایسے اشعار نقل کیے ہیں جن میں "سمعت ھاتفا یقول" کی عبارت نقل ہوئی ہے اور انہوں نے لکھا ہے کہ یہ واقعات رسول خداﷺ کے معجزات تھے جو طبعی طور پر لوگوں کی ہدایت کا موجب بنے۔][40]

بعض افراد غزوہ بدر سے قبل عاتکہ کے خواب سے متعلق روایت کو سیرت میں داخل لوک کہانی کی قسم سمجھتے ہیں۔[41] ایسا رویہ خواب کے بارے میں کلی طور پر عقیدہ نہ رکھنے کی وجہ سے دکھائی دیتا ہے۔ اگر روایت کی سند میں کوئی مسئلہ اور اعترض نہ ہو تو متن کو قبول کیا جا سکتا ہے .مذکورہ خواب میں اگرچہ کوئی مافوق الفطرت پہلو نہ بھی ہو، مادی لحاظ سے ، قریش کو جنگ کے ممکنہ خوف (جسے وہ خود جنگ سے پہلے پھیلا رہے تھے)کے پیش نظر یہ خواب قابل توجیہ ہے۔ اسی طرح کے انکار کا اظہار جُہَیم بن صلت کے بیان کے بارے میں بھی کیا گیا ہے اس نے بتایا کہ نیند اور جاگتے ہوئے اس نے گھوڑے پر سوار ایک شخص کو دیکھا جو کھڑا ہوا کہہ رہا ہے۔ عتبہ ، شیبہ ، ابو الحکم ، امیہ بن خلف وغیرہ مارے گئے ہیں ۔ ابو جہل نے اس کے بارے میں یہ بھی کہا: وہ (عاتکہ کی طرح) مطلب ابن عبد مناف کے خاندان سے ایک اور نبی پیدا ہو گیا ہے ![42]

اس قسم کے واقعات کا آسانی سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔ اس طرح کے ذہنی اور نفسیاتی حالات کی کئی مثالیں اور بھی ہو سکتی ہیں ، اگرچہ مکمل بیداری کی حالت بھی ہو . اس کے علاوہ یہ بات بھی نوٹ کرنا چاہیے کہ یہ روایات وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ داستانی رنگ اختیار کر گئی ہیں اور شاید اصلی تاریخی روایت زیادہ معقول شکل میں موجود تھی ان میں سے بہت سے مقامات پر روایت میں مذکور مطالب اور مفاہیم پر مکمل انحصار نہیں کیا جا سکتا بلکہ ان کے عمومی مضمون کو دیکھنا پڑے گا۔

سیرت نویسی میں تغیر و تبدل

رسول خداﷺ کی شخصیت کے متعلق کئی قسم کی کتابیں لکھی گئی ہیں . ان میں ایک قسم ان کتابوں پر مشتمل ہے جو «سیرت» کے عنوان سے مشہور ہیں ان میں سے اہم سیرہ ابن اسحاق اور واقدی کی مغازی ہے۔ ان کتابوں کی

نگارش کا مقصد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت کو مرکز قرار دے کر صدر اسلام کے واقعات کی تاریخی تصویر پیش کرنا تھا۔ اس سیرت کے پہلے حصے کو «المبعث» اور دوسرے کو «المغازی» کہا جاتا ہے۔ شروع میں پس منظر کے طور پر عربوں اور قریش کی تاریخ اور دور جاہلیت کے عقاید وافکار کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ سیرت کے عنوان سے لکھی جانے والی کتب کے علاوہ رسول خداﷺ کی شخصیت اور صدر اسلام کے واقعات کے بارے میں خاص رجحانات کے ساتھ اور بھی کتب ضبط تحریر میں لائی گئی ہیں۔

کتاب المغازی (پہلے حصے کے بغیر) کا عنوان احادیث کی کتب میں ذکر ہوا ہے۔ ان میں جنگوں کے متعلق متعدد مستند واقعات بیان کیئے گئے ہیں ۔ مصنف عبد الرزاق (م 211) صحیح بخاری اور مصنف ابن ابی شیبہ (م 235) کے المغازی ابواب میں غزوات کے واقعات کو حدیث کے انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ ان میں بعض کتابوں جیسے بخاری میں «بدء الخلق» کے باب میں سیرت کی روایات کو ہجرت تک بیان کیا گیا ہے۔ الجہاد کے باب میں بھی بہت سارے مقامات پر غزوات سے مربوط متعدد تاریخی واقعات کو پیش کیا گیا ہے ، سوائے ان مسائل کے جن میں جنگی واقعات کے فقہی پہلو مد نظر ہوتے ہیں۔ باب الجہاد، کو کبھی «کتاب السیر» کا عنوان بھی دیا جاتا ہے ؛ اس کی مثال ابواسحاق فزاری (م 186) کی کتاب السیر ہے۔

یہاں تک ہم نے رسول اللہﷺ کی سیرت سے متعلق روایات کے مندرجات کے بارے میں تاریخی اور فقہی دو رجحانات کا تذکرہ کیا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ، ایک اور باب کھلا، اس نئے باب کو "دلائل النبوہ" کہا گیا۔ یہ کتابیں ، جیسا کہ ان کے عنوان سے ظاہر ہے ، خدا کے رسولؐ کی نبوت کے دلائل اور معجزات کے بارے میں تھیں۔ ان کے مصنفین نے سیرت کے واقعات کا جائزہ لیتے ہوئے جہاں بھی انہیں نبوت کا معجزہ اور علامت ملی ، اسے ضرور نوٹ کرایا۔ ان کتابوں میں سیرت کے چہرے کو کسی حد تک غیر فطری طور پر دکھایا گیا ہے۔

ان میں بعض کتب درج ذیل ہیں : ابوداود سجستانی (م 275) کی دلائل النبوۃ ، ابن قتیبہ دینوری (276) کی اعلام النبوۃ ، ابن ابی الدنیا (م 281) کی دلائل النبوۃ ، ابواسحاق ابراہیم بن اسحاق حربی (م 285) کی دلائل النبوۃ ، ابواحمد عسال (م 349) کی دلائل النبوۃ ، ابوالشیخ ابن حیان (م 369) کی دلائل النبوۃ ، ابن مندہ (م 395) کی دلائل النبوۃ اور ابوسعید خرگوشی (م 407) کی دلائل النبوۃ وغیرہ۔[43]

اس بارے میں دو اہم کتابیں ایک ابو نُعَیم اصفہانی (م 430) کی دلائل النبوہ اور دوسری ابوبکر بیہقی (م 458) کی دلائل النبوہ ہے جو پانچویں صدی میں لکھی گئیں ۔ ہم نے ایک اور مقام پر ان کے بارے میں گفتگو کی ہے۔ قاضی عبد الجبار (م 415) نے بھی «دلائل النبوہ» کے موضوع پر ایک کتاب تثبیت دلائل النبوہ تحریر کی ہے جس میں کلامی اور تجزیاتی پہلو غالب ہے۔ اس قسم کی کتب کی ایک تفصیلی فہرست السیرۃ النبویۃ عند البیہقی کے مصنف

نے اپنی کتاب کی ایک فصل میں بیان کی ہے۔

تاریخی، فقہی اور دلائل کے پہلوؤں کے علاوہ، سیرت نویسی میں ایک چوتھا باب کھولا گیا، جو رسول خدا ﷺ کے اخلاقی پہلوؤں، ان کی شخصیت اور ان میں پائی جانے والی خصوصیات پر مشتمل ہے۔ اس بارے میں لکھی جانے والی کتب میں ایک اہم کتاب طور پر قاضی عیاض بن موسی اندلسی کی الشفاء بتعریف حقوق المصطفیؐ کا نام لیا جا سکتا ہے۔ (دمشق، مکتبۃ الفارابي و مؤسسۃ علوم القرآن الکریم)۔ اسی طرح اس موضوع پر جلال الدین سیوطی کی کتاب الخصائص الکبری (تحقیق محمد خلیل ہراس، مصر) ہے۔ سیوطی نے اس کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہے یہ کتاب رسول اللہ ﷺ کی خصوصیات اور معجزات پر مشتمل ہے۔

زیادہ تر یہ کتابیں اور شاید سبھی مختصر جائزوں کے علاوہ تجزیہ و تحلیل کے رجحان سے خالی ہیں۔ اس کی بجائے ان کا کام اخبار و روایات کو نقل کرنے اور ان کی ترتیب و تنظیم پر مرکوز ہے۔ نویں سے گیارہویں صدی تک ایک اور انداز نگارش رائج تھا۔ اس انداز میں، سیرت کی تمام اخبار جمع کی گئیں۔ لیکن انہیں اس طرح ابواب میں تقسیم کیا گیا تھا جس کی پہلے کوئی مثال نہ تھی۔ ایسی کتابوں کے مصنفین نے ابتدا میں ایک مختصر سیرت لکھی تھی۔ پھر انہوں نے رسول خدا ﷺ سے متعلق اخبار اور روایات کی موضوع کے اعتبار سے درجہ بندی کی۔ یوں لگتا ہے مقریزی کی "إمتاع الاسماع" تصنیف کرنے کی یہی غرض تھی۔

یہ کتاب مکمل صورت میں شائع ہو چکی ہے۔ [اس کتاب کی پہلی جلد، مرحوم آیتی کی کتاب "زندگی پیامبر اسلام ﷺ کی بنیاد بنی۔] اس کا ایک اور نمونہ سبل الہدی والرشاد جسے السیرۃ الشامیہ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ اس کتاب کی تیسری جلد تک سیرت کے بارے میں اخبار ہیں. اس کے بعد چوتھی اور پانچویں جلد مغازی کے متعلق اور چھٹی جلد سراپا سے مخصوص ہے اور پھر دسویں جلد تک پیغمبر اکرم ﷺ کی ذاتی زندگی کے موضوعات پر مشتمل ہے۔ ابن قیّم جوزی کی زادالمعاد میں بھی تیسری جلد تک (نئی اشاعت کے لحاظ سے) سیرت کی روایات اور اخبار کا تاریخی جائزہ لیا گیا ہے اور پھر سیرت کی باتوں کو موضوعاتی درجہ بندی کے مطابق ذکر کیا گیا ہے۔

سیرت نگاری کے جدید کاموں میں فقہ السیرہ (ایک محمد غزالی اور دوسری سعید رمضان البوطی کی تحریر کردہ ہے) کے عنوان سے کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان کتابوں نے سیرت کے بارے میں ایک نئی تفہیم کی کوشش کی ہے۔ جیسے استاد جلال الدین فارسی کی کتاب "انقلاب تکاملی اسلام" نے ایک نظریہ تشکیل دینے پھر حکومت اور اس حکومت کو قائم کرنے کے لئے جہاد کو بیان کی کوشش کی ہے۔

سیرہ نبوی کو حکومت کی نظر سے دیکھنا گذشتہ سو سال میں معمول رہا ہے۔شاید اس کی بہترین مثال عبد الحہ کتانی کی کتاب التراتیب الادار یہ ہے جو علی عبد الرزاق کی کتاب ''الاسلام و اصول الحکم '' پر نقد و نظر کے طور پر لکھی گئی ہے۔کتانی نے اس کتاب میں رسول خداﷺ اور آپ کے بعد خلفاء کے نظام حکومت کو کتاب الدلالات السمعیہ کی بنیاد پر بیان کیا ہے۔کتاب'' تراتیب '' کا فارسی میں ترجمہ ہو چکا ہے اور راقم نے سیرہ نبوی کو سیاسی نظام کے تناظر میں دیکھنے کی کیفیت کے بارے میں لکھی جانے والی کتب کی فہرست کے مقدمے میں اسے درج کیا ہے۔ [ان سطور کے راقم نے اس کے مقدمے میں ان تالیفات کے بارے میں کچھ مطالب لکھے ہیں جو ایک سیاسی نظام کے اندراج کی غرض سے سیرت نبوی پر توجہ کا موجب بنے۔یہ مقدمہ دفتر سیز دہم 'مقالات تاریخی، صص ۵۳ تا ۶۷ پر چھپ چکا ہے۔] حال ہی میں سیرہ نبوی کا تربیتی نگاہ سے جائزہ لینے کی روش کا بھی اضافہ ہوا ہے اور اس بارے میں کافی مواد شائع ہو چکا ہے۔

*****

References

1. Rasool, Jafarian, *Tarikh-e Siyasi-e Islam, Seerat-e-Rasool-e Khuada*(PBUH), Vol. 1, (Qom, Moasasa-e-dr Rah-e Haq, 1366 SH), 68-79.

رسول، جعفریان، *تاریخ سیاسی اسلام "سیرتِ رسول خداﷺ* " ج 1، (قم، موسسہ در راہ حق، 1366ھ،ش)، 68-79۔

2. Rasool, Jafarian, "Historiography and Muslims", Quarterly Noor-e Marfat, Vol. 13, Issue 4, (2022): 83-98.

رسول، جعفریان، "*مسلمان اور تاریخ نویسی*" سہ ماہی نور معرفت، ج 13، شمارہ 4، (2022ء): 83-98۔

3. Ibid, Vol. 14, Issue 2, (2023): 22-52.

ایضاً، ج 14، شمارہ 2، (2023): 22-52۔

4. Ibn al-Imad, al-Hanbali, *Shazrat al-Zahab fi Akhbar min al-Zahab*, Vol. 1, (Beirut, Dar Ihya al-Tarath al-Arabi, nd.), 221.

ابن العماد، الحنبلی، *شذرات الذھب فی اخبار من الذھب*، ج 1، (بیروت، دار احیاء التراث العربی، سن ندارد)، 221۔

5. Abd al-Razzaq bin Hammam, Al-Sanaani, *Al-Musannaf*, Research: Habib al-Rahman al-Azmi, Vol. 5, (Burit, np, 1392 SH), 343.

عبدالرزاق بن ھمام، الصنعانی،*المصنّف*، تحقیق: حبیب الرحمٰن الاعظمی، ج5،(بیروت، ندارد، 1392ق)، 343۔

6 . Abu al-Faraj, Isfahani, *Al-Aghani*, Vol. 22, (Egypt, Wazarat al-Saqafat wa Al-Irshad al-Qawami, Al-Massat al-Masriyyah Al-Ama, 1963), 15.

ابوالفرج،اصفہانی،*الاغانی*، ج22،(مصر، وزارۃالثقافۃ والارشاد القوامی، الموسسۃالمصریۃالعامۃ، 1963)، 15۔

7. Arwat bn Zubayar, Juma Noor Yusuf, *Mughazi Rasulullah*, Muqadma Al-Maghazi, (Burit, np, nd), 19.

عروۃ بن زبیر، جمع نور یوسف، *مغازی رسول اللہ*، مقدمہ المغازی، (بیروت، ناشر ندارد، سن ندارد)،19۔

8. Ibn Abi Shaybah, Abu Bakr Abdullah bn Muhammad, *Al-Musannaf fi Ahadith wa Al-Asaar*, Taqdeem Wa Sebhar: Kamal Yusuf Al-Hawt, Vol. 7, (Burit, Dar al-Taj, 1409 AH), 407.

ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبد اللہ بن محمد، *المصنّف فی الاحادیث والاثار*، تقدیم و ضبط: کمال یوسف الحوت، ج 7، (بیروت، دار التاج،1409ق)، 407۔

9 . Muhammad bin Jarir, Al-Tabari, *Tarikh al-Tabari*, Research: Muhammad Abul Fazal Ibrahim, vol. 5, (Cairo, Dar al-Maarif, wa Burit, Moasasat al-Alami, dn), 189.

محمد بن جریر، الطبری، *تاریخ الطبری*، تحقیق: محمد ابوالفضل ابراہیم، ج 5، (قاہرہ، دار المعارف، و بیروت، موسسۃ الاعلمی سن ندارد)،189۔

10. Ibn-e- Abi al-Hadid, *Sharah Nahj albalaghah*, Research: Muhammad Abul Fazal Ibrahim, vol. 4, (Egypt, Dar Ihya al-Kitab al-Arabiyah, 1387 SH), 63.

ابن ابی الحدید، *شرح نہج البلاغہ*، تحقیق: محمد ابوالفضل ابراہیم، ج4،(مصر، داراحیاء الکتب العربیۃ، 1387ق)، 63۔

11. Ahmad Amin, *Fajir al-Islam*, (Cairo, Maktab al-Nahdah al-Masriyah, nd.), 213; Ibn Abi al-Hadid, *Sharah Nahj al-balaghah*, Vol. 11, 44.

احمد امین، *فجر الاسلام*، (قاہرہ، مکتبۃ النھضۃ المصریۃ، سن ندارد) ،213؛ابن ابی الحدید، *شرح نہج البلاغہ*، مقدمہ ج11، 44۔

12. Muhammad bn Ismail, Bukhari, *Sahih al-Bukhari*, [With footnotes by alsindi], Vol. 3, (Burit, Daral Mahrfat, nd.), 5.

محمد بن اسماعیل، البخاری، *صحیح البخاری*، [باحاشیۃ السندی]، ج3، (بیروت، دار المعرفۃ، سن ندارد)، 5۔

13- مثال کے طور پر ابن ہشام اِس خبر کے بارے میں کہ جنگ خندق کے ایام میں مُعتّب بن قشیر کا شمار منافقین میں ہوتا تھا، کہتا ہے کہ: "یہ نادرست بات ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ جنگ بدر میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی شمار ہوتا تھا۔" بطور حوالہ دیکھیں:

See: Ibn-e- Hishim, *Alsiyrat al-Nabyiah*, Research: Mustafa Abdal-Wahid, Vol.3, (Burit, Daral Mahrfat, nd), 222.

دیکھیں: ابن ہشام، *السیرۃ النبویہ*، تحقیق: مصطفیٰ عبدالواحد، ج3، (بیروت دار المعرفۃ، سن ندارد)، 222۔

14 . Ibn-e Abi Shibha, *Almsnnf*, Vol. 7, 351; Prelude, p.415.

ابن ابی شیبہ، *المصنّف*، ج7، ص351، مق: ص415

15 . Ibid. 384.

ایضا؛ 384۔

16. Abu Ali Fazal bin Hassan, Al-Tabrsi, *Majmae-al-Bayan*, Correction: Hashim Rasooli Mahalati, Vol. 9, (Tehran, Maktaba Al-Ilamiyat al-Islamiyyah, nd.), 110.

ابو علی فضل بن حسن، الطبرسی، *مجمع البیان*، تصحیح: ہاشم رسولی محلاتی، ج9، (تہران، مکتبۃ العلمیۃ الاسلامیۃ، سن ندارد)، 110۔

17. Bukhari, *Sahih al-Bukhari*, Vol. 4, 7; Vol. 2, 178 & Vol. 3, 91.

البخاری، *صحیح البخاری*، ج4، ص7؛ ج2، ص178 و، ج3، ص91۔

18. Marsdan, J. Wins, *Muqadma al-Maghazi*, Vol. 1, 18 Nic.: Trans: Farsi al-Maghazi, Vol. 1, 20.

مارسدن، ج ونز، مقدمہ المغازی، ج1، 18 نک: ترجمہ فارسی مغازی، ج1، 20۔

19. Zubair bin Bakaar, *Al-Mawfiqiyat*, Research: Dr. Sami Makki al-Aani, (Baghdad, Mutabat al-Aani, 1392 SH), 228-227.

زبیر بن بکار، *الموفقیات*، تحقیق الدکتور سامی مکی العانی، (بغداد، مطبعۃ العانی، 1392)، 228- 227۔

20 . Ibn Abad Rabbah, *Al-Aqd Al-Farid*, Vol. 6, (Burit, Dar al-Kitab al-Arabi, 1384 SH), 170.

ابن عبد ربہ، *العقد الفرید*، ج6، (بیروت، دار الکتاب العربی، 1384)، 170۔

21. Abu al-Fraj Isfahani, *Al-Aghani*, Vol. 16, (Egypt, Wazarat al-Saqafat wa Arshad alqowmi, Al-Mu'awsa al-Masriyyah al-Ama, 1943), 48-42.

ابو الفرج اصفہانی، *الاغانی*، ج16، (مصر، وزارۃ الثقافۃ والارشاد القومی، المؤسسۃ المصریۃ العامۃ، 1943)، 48- 42۔

22. Zubair bin Bakaar, *Al-Akhbar Al-Mawfiqiyat*, 331-334.

زبیر بن بکار، *الاخبار الموفقیات*، 334- 331۔

23. Ibn-e- Hishim, *Alsiyrat al-Nabyiah*, Vol. 1, 4.

ابن ہشام، *السیرۃ النبویّۃ*، ج1، 4۔

24 . See: The Journal "Ayenah-e Pazuhish"; 2nd Year, Issue. 5; Ibn-e Hasham, *Al-Siyrat al-Nabyiah*, 20-21.

دیکھیں: مجلّہ آینہ پژوہش، س2، ش5؛ ابن ہشام، *السیرۃ النبویّۃ*، 21- 20۔

25. Yusuf Horoftan, *Almaghazi-al-Awalaa wa Mualifuha*, translated: Hussain Nasaar, (Egypt, Matabat al-Halabi, nd.), 81.

یوسف هوروفتن، *المغازی الاولی ومؤلفوہا*، ترجمہ: حسین نصار، (مصر، مطبعۃ الحلبی، سن ندارد)، 81۔

26. Abu Na'im, Isfahani, *Hilyat-al Awilia'i*, Vol. 3 (Burit, Dar al-Kitab al-Arabi, 1387 SH), 11.

ابو نعیم، اصفہانی، *حلیۃ الاولیاء*، ج3 (بیروت، دارالکتب العربی، 1387ق)، 11۔

27. See: Muqadamuh Dr. Samarayai bar: *Al-Qasas wal Mudhakirin*, 34.

دیکھیں: مقدمہ دکتر سامرایی بر: القصّاص والمذکّرین، ص34۔

28. Al-Kandhalwi, *Hayaat al-Sahabat*, Vol. 3, (Ahlab, Dar al-Wai, 1391 SH), 281; Ibn-e Hajar Asqalani, *Al-asabahi fi Tamizh Al-Sahaba*, Vol. 2, (Burit, Dar al-Ahiya al-Tarath al-Arabi, 1328 SH), 193.

الکاندھلوی، *حیاۃ الصحابۃ*، ج 3، (حلب، دارالوعی، 1391ھ ق)، 281؛ ابن حجر عسقلانی، الاِصابۃ فی تمیز الصحابۃ، ج 2، (بیروت، دارالاحیاء التراث العربی، 1328)، 193۔

29. Abu al-Faraj Abdal-Rahman, Ibn –e-Jawzi, *Al-Qasas wal Mudhakirin*, Research: Qasim al-Samarai, (Al-Riaz, np, 1403 AH), 106.

ابوالفرج عبدالرحمٰن، ابن الجوزی، *القصّاص والمذکرین*، تحقیق: قاسم السامرائی، (الریاض، ناشر ندارد، 1403)، 106۔

30. Ibid, 100, 103.

ایضاً، 100- 103۔

31. About him See: Shams-ud-Din Zhahbi, Siar-e Aelam-ul- Nubala'i, Vol. 19, (Burit, Mussitat al-Rasalat, 1401 AH), 36; Muhammad bin Yusuf al-Salihi al-Shami, *Subul alhudaa*, Research: Dr. Mustafa Abdul Wahid, Vol. 4, (Cairo, np, 1392 SH), 24; Shams al-Din Zhahbi, *Mizan al-Aietidal*, Vol. 1, (Burit, Dar al-Marafahat, 1382 SH), 112, 251; Mirza Abdullah, Effendi, *Riaz al-Ulama*, Research: Syed Ahmad Hussaini, Vol. 1, 5, 7, (Qom, Maktab al-Marashi, 1401 AH), 42, 440, 33.

اس حوالے سے دیکھیں: شمس الدین ذہبی، *سیر اعلام النبلاء*، ج 19، (بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، 1401)، 36؛ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، *سبل الہدی*، تحقیق: الدکتور مصطفیٰ عبدالواحد، ج 4، (قاہرہ، ناشر ندارد، 1392ق)، 24؛ شمس الدین ذہبی، *میزان الاعتدال*، ج 1، (بیروت، دارالمعرفۃ، 1382ق)، 112، 251؛ میرزا عبداللہ، افندی، *ریاض العلماء*، تحقیق: سید احمد حسینی، ج1، 5، 7، (قم، مکتبۃ المرعشی، 1401ق)، 42، 440، 33۔

32. Ibn-e Hisham, *Alsiyrat al-Nabyiah*, Vol. 2, 487; Muhammad bin Jarir, al-Tabari, *Tarikh al-Tabari*, Research: Muhammad Abu al-Fazal Ibrahim, Vol. 2, (Cairo, Dar al-Maarif Mussisat al-Alami, nd), 380; Abul al-Fada

Ismail Ibn Kaseer, *Al-Sirahat al-Nabawiat*, Research: Mustafa Abd al-Wahid, Vol. 2, (Burit, Dar al-Raed al-Arabi, 1407 AH), 255; Abu Abdullah al-Hakim al-Nisha Buri, *Al-Mustadraq Alal-Sahiheen*, Vol. 3, (Burit, Dar al-Marafah (trans by Hasht Bait), 1342 SH), 10; Noor al-Deen Ali bn Abi Bakr al-Hishmi, *Majma al-Zawaid wa al-Manbah al-Fawaid*, Vol. 6, (Burit, Dar al-Kitab, 1947), 57; Muhammad bin Saad, *Tabaqat al-Kubra*, Vol- 1, (Burit, Daral al-Tarath al-Arabi, 1405 AH), 231-229.

ابن ہشام، *السیرۃ النبوّیۃ*، ج2، 487؛ محمد بن جریر، الطبری، *تاریخ الطبری*، تحقیق: محمد ابو الفضل ابراہیم، ج 2، (قاہرہ، دارالمعارف مؤسستہ الاعلمی، سن ندارد)، 380؛ ابو الفداء اسماعیل ابن کثیر، *السیرۃ النبویۃ*، تحقیق: مصطفیٰ عبدالواحد، ج 2، (بیروت، دارالرائد العربی، 1407ق)، 255؛ ابو عبداللہ الحاکم النیشا بوری، *المستدرک علی الصحیحین*، ج 3، (بیروت، دارالمعرفۃ (ہشت بیت نقل کردہ)، 1342ق)، 10؛ نور الدین علی بن ابی بکر الھیثمی، *مجمع الزوائد و منبع الفوائد*، ج 6، (بیروت، دارالکتاب، 1947)، 57؛ محمد بن سعد، *طبقات الکبری*، ج 1، (بیروت، داراحیاء التراث العربی، 1405ق)، 229تا231۔

33. Ahmad bin Yahya, Blazari, *Ansab al'ashraf*, Research: Muhammad Hamidullah, Vol. 1, (Egypt, Darul Ma'rif, nd), 262.

احمد بن یحییٰ بلاذری، *انساب الاشراف*، تحقیق: محمد حمیداللہ، ج 1، (مصر، دارالمعارف، سن ندارد)، 262۔

34. Muhammad al-Ghazali, *Fiqh al-Sirah*, (Burit, Alam al-Marifah, nd), 178-177; Abu Usman Amro bn Bahr Jahiz, *Al-Haywan*, Research: Abdul Salam Harun, Vol. 6, (Burit, Darahiya al-Tarath al-Arabi, 1950), 202; Jawad Ali, *Al-Mufassal fi Tarikh al-Arab Qabal Islam*, Vol. 6, (Burit, Dar al-Um Lil- Malain, 1980), 716.

مد الغزالی، *فقہ السیرۃ*، (بیروت، عالم المعرفۃ، سن ندارد)، 178- 177؛ ابو عثمان عمرو بن بحر جاحظ، *الحیوان*، تحقیق: عبدالسلام ہارون، ج 6، (بیروت، داراحیاء التراث العربی، 1950)، 202؛ جواد علی، *المفصّل فی تاریخ العرب قبل الاسلام*، ج 6، (بیروت، دارالعم للملایین، 1980)، 716۔

35. Ahmad bin Yahya, Blazari, *Ansab al'ashraf*, 250; Jawad Ali, *Al-Mufassal fi Tarikh al-Arab Qabal Islam*, 713.

احمد بن یحییٰ بلاذری، *انساب الاشراف*، 250؛ جواد علی، *المفصّل فی تاریخ العرب قبل الاسلام*، 713۔

36 . Ibn-e Hasham, *Al-Siyrat al-Nabyiah*, 481.

ابن ہشام، *السیرۃ النبوّیۃ*، 481۔

37. Muhammad Murtaza al-Husaini, Al-Zubaidi, *Taj al-Urus*,Zel-Kalma Najdنجد , (Burit, Dar al-Hudaiah, 1385 SH), np; Al Rowz-ul Anaf, *Alsuhayli*, Vol. 1, 291; Jawad Ali, *Al-Mufassal fi Tarikh al-Arab Qabal*

Islam, 734; Muhammad bn Yusuf al-Salihi al-Shami, *Subul al-Huda wal-Irashad fi Sirat Khair al-Abad*, Research: Dr. Mustafa Abdal-Wahid, Vol. 5, (Cairo, np, 1392 SH), 60.

محمد مرتضٰی الحسینی، الزبیدی، *تاج العروس*، ذیل کلمہ نجد، (بیروت، دارالھدایۃ، 1385ق)، صفحہ ندارد؛ الروض الانف، السہیلی، ج 1، 291؛ جواد علی، *المفصّل فی تاریخ العرب قبل الاسلام*، 734؛ محمد بن یوسف الصالحہ الشامی، سُبُل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، تحقیق: الدکتور مصطفٰی عبدالواحد، ج 5، (قاہرہ، ناشر ندارد، 1392ق)، 60۔

38. Ibn-e Hisham, *Al-Siyrat al-Nabyiah*, 442.

ابن ہشام، *السیرۃ النبوّیۃ*، 442۔

39. Muhammad bn Saad, *Tabaqat al-Kubra*, 190.

محمد بن سعد، *طبقات الکبری*، 190۔

40. Abdul Hussain Al-Amini, Al-Ghadir, Volume 2, (Beirut, Dar al-Kitab al-Arabi, 1397 SH), 9-16.

عبدالحسین الامینی، *الغدیر*، ج 2، (بیروت، دارالکتاب العربی، 1397ق)، 9-16۔

41 . Marsidin, J. Winz, *Muqadamuht-ul Mughazi*, 20.

مارسدن، ج ونز، *مقدمہ المغازی*، 20۔

42. Ibn-e- Hishim, *Alsiyrat al-Nabyiah*, Vol. 2, 618; Mehmood Aburiya, *Azwa Ala Sunnahat al-Muhammadiat*, (Qom, Nashr al-Batha, nd), 51.

ابن ہشام، *السیرۃ النبوّیۃ*، ج 2، 618؛ محمود ابوریہ، اضواء علی السنّۃ المحمدیۃ، (قم، نشر البطحاء، سن ندارد)، 51۔

43. Ibn-e- Hishim, *Alsiyrat al-Nabyiah*, 442; Abu Baker, Bayhaqi, *Dalaial-Nabwa*, Vol. 1, (Burit, Dar al-Nafais, 1406 AH), 90-92.

ابن ہشام، *السیرۃ النبوّیۃ*، ج 2، 442؛ ابو بکر، بیہقی، *دلائل النبوۃ*، ج 1، (بیروت، دارالنفائس، 1406ق)، 90-92۔

Editorial

The 61st issue of quarterly research journal *"Noor-e- Marfat"*, is here. The 1st paper of this issue is entitled "Concentration of Quran and Sunnah upon Economic Education". In fact, a wrong impression has been established that Islam only talks about the Hereafter and teaches people to be careless of this world. However, this is not the case. Although it is true that Islam defines the Hereafter as the final destination of human beings and insists on settling it, but it considers this world as a means and a bridge to reach the Hereafter. Islam maintains an unbreakable connection between this world and the hereafter. This is the reason why man has been taught many times in the Quran and Sunnah that he should improve his livelihood; because this will improve his hereafter.

Against this background, the paper examines the arrangements made by the Qur'an and the Sunnah regarding the improvement of human livelihood. In this article, the writer has told through a research method that Islam emphasizes the economic education and training of humanity. It wants to see its followers economically independent. From the point of view of Islam, there is a deep involvement of human planning and hard work in economic development. The essayist has made clear the importance of work in Islam and how important are the skills of earning. It has been also made clear that what is the role of resources in economic prosperity and which model of business is acceptable in the light of Quran and Sunnah to avoid economic difficulties. Anyhow, this paper introduces us to the basic and most important teachings of Islam regarding economics. This is why its study is so important.

The 2nd paper of this issue is presented under the title "Special Fundamentals of Economic Education in Quran". This research effort is also related to our economics. In the background of this effort is the fact that more or less every human society is suffering from economic problems. That is why a man always needes economic education and the Qur'an and Sunnah have given us ample guidance in this regard. The Holy Quran has built the system of economic education and training of man on specific fundamentals.

The goal of this research is to extract these fundamentals of economic education so that academicians can devise a system of economic education and training based on these foundations that will guide governments, experts, and every member of the society to adjust their economic life accordingly.

According to the author, it is necessary from the Qur'anic point of view to strive for material well-being and to achieve both individual and collective benefits, but there is a balance between this world and the hereafter, and the ultimate goal of man's struggle is the hereafter. Everyone's share in the world is the same as what he has worked for; but man should know that God's expediency is also driven in the breadth and narrowness of sustenance. Similarly, although knowledge plays an important role in economic development, religious guidance is also necessary for economic development. The same facts are the Quranic fundamentals of human economic education.

The title of the 3rd article of the current issue is "*Tafseer Azwa al-Bayan* and *Abu Talib's* Faith. The background of this research is the fact that many sects came into being in the world of Islam during its beginning years. Then each sect tried hard to prove the beliefs and ideas of others wrong and adopted a method in this regard to prove the leaders of the opposite sect as wrong. And where this could not be done, than the sect founder's relatives, friends and companions were

attacked. In this battle to prove the wrong and the right, the persons who became the target of the arrows of the partisans includes *Hazrat Abu Talib* (a.s), the father of Hazrat Ali (peace be upon him).

Of course, he was targeted for criticism in order to find a fault in his personality and put it in the neck of the followers of Hazrat Ali (peace be upon him). Qur'an and Hadith were used to criticize *Hazrat Abu Talib* (peace be upon him). Among those who have undertaken this adventure, Shanqiti is included. In his Tafsir "*Azwa al-Bayan*", verse 91, under Surah Hud, he has described the sacrifices of *Hazrat Abu Talib* for the sake of Islam as a sign of his national bias. As a result, he declares *Abu Talib* as an unbeliever.

In the present paper, the writer has proved in the light of 5 Qur'anic and historical arguments that *Hazrat Abu Talib* (peace be upon him) was not only a believer, but he defended the Messenger of God (PBUH) based on his faith. In addition, the writer has given a reasoned response to the arguments of the said writer. It is hoped that this article will be useful for our readers in the chapter of discovery of facts in the battle of sects and religions.

The 4th article of the current issue of quarterly *"Noor-e- Marfat"*, under the title "The Importance of Historiography and Learning from History from Imam Khomeni's Viewpoint" highlights the importance of studying history. In this paper, the writer has explained Imam Khomeini's position that the knowledge of "history" in human sciences is of special importance in terms of its results. However, history writing and the study of history have their own important rules and regulations, which only in the case of adherence, the study of history can be considered insightful and instructive.

In this article, the writer discussed the importance of history writing from the point of view of Imam Khomeini, the threats

of history writing, the role of religious scholars in history writing, the importance of learning from history, the historical events quoted in the Qur'an, as well as lessons from the Prophet's expeditions. A complete explanation of titles such as receiving and getting advice from the mention of opponents of the Prophets has been described. For this purpose, the writer has carefully examined the works and compilations of Imam Khomeini and copied exact passages from his books. Indeed, this paper is instructive.

The 5th article itself is a continuation of the previous one. This article titled "Distortion in Biography" is a translation of the part of the book ""*Tarikh Siasi-e Islam-Sirat-e Rasul-e-Khuda*" (PBUH)." by the famous researcher and historian, *Ustad Rasul Jafarian*, in which the author of the book has discussed distortion in the Muslim biography. A detailed research discussion on the causes and factors of such a distortion has been presented and the historical patterns of this distortion have been presented. *Ustad Rasool Jafarian*'s position here is that although the biographers' noble motive was to describe the life of the Messenger of God(PBUH), but gradually some such motives were included in their work which led them to distortion in the biography.

The pre-Islamic factionalism of the *Quraysh*, the differences of the Muslim *Ummah* in the matter of the succession of the Messenger of God(PBUH) and the Muslim rulers making biographies of their choice for their own political purposes, these were the good factors that led to the distortion in the biographies. In fact, this paper invites us to always focus on the fact that what the biographers have written is not all correct and final in the study of the history of Islam. To reach the real facts, it is necessary to study various historical documents and opinions.At the end, I expect that the 61st issue

of “*Noor-e-Ma'rfat”* consisting of 5 scholarly, research articles, will show new dimensions of research to our readers. We pray to Allah Almighty to give the best reward to all the essay writers and the team of this journal for this humble presentation! *Ameen!*

Dr. Sheikh Muhammad Hasnain Nadir

Editor “*Noor-e-Ma'rfat”*

NATIONAL ADVISORY BOARD

Dr. Humauoon Abbas
Islamic Studies Department, Govt. College University, Faisalabad.

Dr. Hafiz Tahir Islam
Islamic Studies Department, Allama Iqbal Open University, Islamabad.

Dr. Aafia Mehdi
Islamic Studies Department, National University of Modern Languages, Islamabad.

Dr. Syed Qandil Abbas
International Relations Department, Quaid-I-Azam International University, Islamabad.

Dr. Zahid Ali Zahidi
Islamic Studies Department, University of Karachi.

Dr. Muhammad Riaz
Islamic Studies Department, University of Baltistan, Skardu.

Dr. Muhammad Shakir
Psychology & Human Development Department, University of Bahawalpur.

Dr. Muhammad Nadeem
Ph.D. Education, Govt. Sadiq Egerton College Bahawalpur.

Dr. Raziq Hussain
HoD IR & Assistant Professor, MY University, Islamabad.

INTERNATIONAL ADVISORY BOARD

Dr. Waris Matin Mazaheri.
Islamic Studies Department, Jamia Hamdard, New Delhi, India.

Dr. Syed Zawar Hussain Shah
Ph. D. Quranic Sciences and Hadith, Anjuman-e-Hussani, Oslo, Norway.

Dr. Syed Ammar Yaser Hamadani
Ph.D Quran & Law, Al Mustafa International University Iran.

Dr. Ghulam Raza Javidi
History Department, Katum-un-Nabieen University, kabul, Afghanistan.

Dr. Ghulam Jaber Hussain Mohammadi
Ph.D. Quran & Educational Sciences, Almustafa International University, Iran.

Dr. Ghulam Hussain Mir
Ph. D. Comparative Hadith Sciences, Almustafa International University, Iran.

Dr. Shahla Bakhtiari
History Department, Alzahra University, Tehran, Iran.

Dr. Faizan Jafar Ali
Urdu & Persian Organization Pura Maroof Mau U.P. India.

Editor-in-Chief & Publisher:
Syed Hasnain Abbas Gardezi
Chairman Noorul Huda Trust, Islamabad.

MANAGERIAL BOARD

Editor:
Dr. Muhammad Hasnain Nadir
Ph.D. Islamic Theology & Philosophy, NoorulHuda Trust®, Islamabad.
Asst. Editor:
Dr. Nadeem Abbas Baloch
Ph.D. Islamic Studies, National University of Modern Languages, Islamabad.
Asst.Research Affairs:
Dr. Muhammad Nazir Atlasi
Ph.D. Quranic Sciences, Jamia-tu-Raza Registered, Islamabad.
Advisor to Editor:
Dr. Sajid Ali Subhani
Ph.D. Arabic literature, Jamia-tu-Raza Registered, Islamabad.
IT Supervisor:
Dr. Zeeshan Ali
Ph.D. Computer Sciences.
IT Co-ordinator:
Fahad Ubaid
MS(CS).

EDITORIAL BOARD

Dr. Hafiz Muhammad Sajjad
Islamic Studies Department, Allama Iqbal Open University, Islamabad.
Dr. Ayesha Rafique
Islamic Studies Department, Gift University, Gujranwala.
Dr. Abdul Basit Mujahid
History Department, Allama Iqbal Open University, Islamabad.
Dr. Syed Nisar Hussain Hamdani
Ph.D. Economics, (Divine Economics), Chairman Hadi Institute Muzaffarabad AJK.
Dr. Zulfiqar Ali
History, NoorulHuda Markaz-e Tehqeeqat.
Dr. Roshan Ali
Islamic Studies Department, IMCB, Islamabad.
Dr. Ali Raza Tahir
Philosophy Department, Punjab Univeristy, Lahore.
Dr. Karam Hussain Wadhoo
Islamic Culture Department, Regional Directorate of Colleges, Larkana.

eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nmt.org.pk
www.nooremarfat.com
Declaration No: 7334

Quarterly Research Journal

NOOR-E-MARFAT

Vol. 14 Issue: 3 Serial Issue: 61

Jul. to Sep. 2023 (Muharram to Rabi ul Awal 1445 AH)

Editor

Dr. Muhammad Hasnain Nadir

ORCID ID: https://orcid.org/0000-0002-1002-153X

E-mail: editor.nm@nmt.org.pk+noor.marfat@gmail.com

Publisher: Noor ul Huda Trust® Islamabad

Publisher Syed Husnain Abbas Gardezi published from Noor Ul Huda Trust Office Bara Kahu after Printing form Pictorial Printers, (Pvt) Ltd. 21, I&T Centre, Abpara (Islamabad).

Registration Fee: Pakistan, India: PKR:1000; Middle East: $70; Europe, America, Canada: $150

Indexed in

www.australianislamiclibrary.org/noor-e--marfat.html

https://iri.aiou.edu.pk/indexing/?page_id=37857

https://www.archive.org/details/@noor-e-marfat

https://www.tehqeeqat.org/urdu/journalDetails/132

https://www.ebsco.com/

https://orcid.org/0000-0001-593-4436

Applied for Indexation

https://www.brill.com

https://www.noormag.ir

https://www.almanhal.com

https://www.scienceopen.com

https://www.aiou.academia.edu/NooreMarfat

https://www.scholar.google.com/

Websites

http://nooremarfat.com

https://www.nmt.org.pk/

Composer & Designer: **Babar Abbas**

eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nmt.org.pk
www.nooremarfat.com
Declaration No: 7334

Quarterly Research Journal

NOOR-E-MARFAT

Vol. 14 Issue: 3 Serial Issue: 61 Jul. to Sep. 2023

- **Distortion in Biography**
- ***Tafseer Azwa-ul-Bayan* and Faith *of Abu Talib*[A.S]**
- **Special Fundamentals of Economic Education in Quran**
- **Concentration of Quran and Sunnah upon Economic Education**
- **The Importance of Historiography and Learning from History from Imam Khomeni's Viewpoint**

Editor

Dr. Muhammad Hasnain Nadir

Publisher: Noor-ul Huda Trust® Islamabad.